www.kitabmart.in

فائدہ ہوتا ہے۔ [1]

اسحاق بن غالب نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا : امام کا تعارف خدا و رسولؐ کی طرف سے ہوتا ہے تاکہ وہ مخلوق خدا پر حجت ہو۔ امام کے وجود کی برکت سے بندگان خدا اور عالم معنی کے درمیان ارتباط برقرار رہتا ہے۔ اور فیض حق جاری رہتا ہے کسی بھی بشر کے اعمال ولایت امام کے بغیر قبول نہیں کئے جائیں گے۔ خدا بندوں کو پیدا کر کے سرگرداں و حیران نہیں چھوڑ دے گا جب تک کہ تقویٰ کا راستہ انکو نہ دکھا دے اور ان پر اپنی حجت تمام نہ کر دے۔ [2]

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں : خدا کی قسم جب سے خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کی روح قبض کی ہے اور انکو دار بقا میں لے گیا ہے اس وقت سے کبھی زمین کو حجت خدا سے خالی نہیں رکھا۔ امام خلق کو حق کی راہ نمائی کرنیوالا ہوتا ہے اور بندوں پر خدا کی حجت ہوتا ہے۔ آئندہ بھی دنیا امام کے بغیر نہیں رہے گی یہانتک کہ حجت خدا بندوں پر تمام ہو جائے۔ [3]

ابو خالد کابلی نے اس آیت : فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا الخ [4] تم خدا اور اسکے رسولؐ پر اور اسی نور پر ایمان لاؤ جس

---

[1] ینابیع المودۃ ص ۲۱

[2] اثبات الہداۃ ج ۱ ص ۲۲۷

[3] اصول کافی ج ۱ ص ۱۷۹

[4] پ ۲۸ سورہ ۶۴ (تغابن) آیت ۸

www.kitabmart.in

کو ہم نے نازل کیا ہے "۔ کی تفسیر امام محمد باقرؑ سے پوچھی! تو حضرت نے فرمایا
: خدا کی قسم اس نور سے مراد امام ہے مومنین کے دلوں میں امام کے نو
کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہے۔ امام کا وجود اہل ایمان کے دلوں کی روشنی
کا سرمایہ ہے۔ خداوند عالم جن لوگوں کے دلوں کے لئے چاہتا ہے نور امام کا
تابش نہیں پہونچنے دیتا اور نتیجہ میں ان لوگوں کے دل تاریک رہ جاتے
ہیں۔ [1]

علامہ صدوق نے علل الشرائع میں تحریر فرماتے ہیں: جابر کا بیان ہے میں
نے امام باقرؑ سے پوچھا: رسولؐ و امام کی طرف لوگ کیوں محتاج ہیں۔ امام نے
فرمایا: کائنات کی بقاء و صلاح کے لئے امام و رسول کا وجود ضروری ہے کیونکہ
پیغمبر و امام کی ہی برکت کی وجہ سے خدا اپنے بندوں سے عذاب کو دور رکھتا ہے
قرآن کا اعلان ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ [2]
حالانکہ جب تک تم ان کے درمیان موجود ہو خدا ان پر عذاب نہیں کریگا
اور اللہ ایسا بھی نہیں ہے کہ لوگ تو اس سے معافی مانگ رہے ہوں اور وہ
ان پر عذاب نازل فرمائے۔
رسولؐ خدا نے فرمایا: جسطرح ستارے اہل آسمان کیلئے سرمایۂ امان ہیں
اسی طرح میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں اگر آسمان کے

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۵
[2] پ ۹ س انفال آیت ۳۳

www.kitabmart.in

ستارے نابود ہو جائیں تو اہل آسمان کے لئے ناخوشگوار حادثات پیش آئیں گے اسی طرح اگر میرے اہلبیت نہ ہوں تو زبردست حادثہ زمین والوں کو گھیر لے۔

اہلبیت سے مراد وہ رہبر ہیں جنکی اطاعت خدا نے اپنی اطاعت اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ قرار دیا ہے: اور ارشاد ہوتا ہے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ [1]

اے ایمان والو! خدا اور رسولؐ اور تم میں جو صاحبان امر ہیں انکی اطاعت کرو۔

اہلبیتؑ رسولؐ صاحبان عصمت ہیں وہ حکم خدا سے سرمو سرتابی نہیں کر سکتے۔ اور ہمیشہ خدا کی طرف سے انکی تائید ہوتی رہتی ہے انکے اعمال و کردار میں ذرہ برابر کجروی و انحراف نہیں ہوتا انکے قدم صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ انھیں حضرات کے وجود کی برکت سے بندوں کو روزی ملتی ہے شہر آباد ہوتے ہیں۔ بارش ہوتی ہے، روح القدس ہمیشہ انکے ساتھ رہتے ہیں انکے اور قرآن کے درمیان کبھی جدائی نہیں ہوگی۔ [2]

محمد بن فضیل نے امام رضاؑ سے پوچھا کیا زمین امام کے بغیر استوار ہو سکتی ہے؟ فرمایا نہیں! پوچھا امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے زمین حجت خدا امام سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو اہل زمین پر قہر الٰہی نازل ہو جائے فرمایا: زمین امام کے بغیر نہیں رہ سکتی اگر امام نہ ہو تو زمین یقینی طور پر نابود ہو جائیگی۔ [3]

---

[1] پ ۵ سورہ نساء آیت ۵۹ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۱۷۹

[3] بحار ج ۲۳ ص ۱۹

www.kitabmart.in

عقیدۂ عصمت

اسلامی تاریخ میں ہمیشہ سے یہ بحث رہی ہے کہ رسولؐ و امامؑ کے لئے عصمت ضروری ہے یا نہیں۔

شیعہ حضرات کے نزدیک امام و رسولؐ کیلئے عصمت ایک اجماعی چیز ہے۔ احرازِ منصبِ امامت کیلئے عصمت اساسی شرط ہے کیونکہ امامت بہت ہی اہم و حساس عہدہ ہے۔

ایک ایسے پیشوا کے لئے جو مکتب و امت دونوں کا ذمہ دار ہو اس کے لئے برابر یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ دانستہ یا نادانستہ کہیں کوئی لغزش نہ کر جائے کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو اس امت کی قدر و قیمت، شرف و اعتبار کو اتنا بڑا دھچکہ لگے گا جو اسکو تباہی و انحطاط کی گود میں پہونچا دیگا اور پھر اسلامی معاشرے کا وقار واپس نہ آسکے گا۔

رہبر و امام کے لئے ضرورتِ عصمت کی طرف توجہ خاص مذہب تشیع کی خصوصیات سے ہے۔ اور یہ بات شیعوں کے دینی تفکر اور اسلام کے وسیع ادراک پر دلیل ہے۔ اور بڑی بالغ نظری اور وسعتِ اطلاع پر مبنی ہے یہ حضرات امام سے عصمت کی جدائی کا تصور محال جانتے ہیں۔ آئمہ اور رسولؐ کا علم دریائے بیکرانِ علمِ الٰہی سے ماخوذ ہوتا ہے اور یہ خصوصیت عترت پیغمبر کے

www.kitabmart.in

علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ اہلسنت حضرات ہر شخص کی خلافت و امامت کو کسی شرط کے بغیر مان لیتے ہیں۔ اور امامت کے لئے عصمت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی خلفاء کو معصوم مانتے ہیں۔

●

عصمت ایک ایسی اندرونی طاقت ہے جو انسان کو گناہ سے روکتی ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ خداوند عالم نے اسکو ایک ایسی طاقت دیدی ہے جو اسکو عدم عصیان پر مجبور کرتی ہے۔ اور گناہ کرنے کی تمام قوتوں کو اس نے سلب کر لیا ہے اب اس میں گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے جی نہیں ایسا نہیں ہے! بلکہ اس کے اندر بھی گناہ کرنے کی تمام قوتیں موجود ہوتی ہیں اور وہ گناہ کرنے پر قادر بھی ہوتا ہے لیکن اس کے یہاں تقوائے الٰہی، تسلط بر نفس اور اتنا عمیق ادراک ہوتا ہے کہ گناہ کرنا تو الگ رہا وہ گناہ کا تصور بھی نہیں کرتا۔ احتمال گناہ اسکے یہاں گویا ہے ہی نہیں!!!

قاعدہ یہ ہے کہ انسان ناپسندیدہ افعال کا ارتکاب یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اس عمل کی قباحت سے جاہل ہے یعنی اس عمل کے برے ہونے اور نقصان دہ ہونے کی معرفت ہی نہیں رکھتا اسلئے ایسے افعال کا ارتکاب کر ڈالتا ہے۔ اور یا کسی حد تک اس فعل کی قباحت سے واقف ہے اور اسکا ایمان بالنبی اس عمل قبیح سے روکتا ہے لیکن ہوا و ہوس نفسانی و خواہشات شیطانی کا غلبہ اتنا قوی ہوتا ہے کہ وہ اس فعل کو کر بیٹھتا ہے ــــ لیکن اگر کوئی شخص قبیح اعمال کے برے نتائج اور خسارتوں سے واقف ہے اور خوف مولیٰ کا جذبہ اسکے اندر بہت زیادہ ہے اور تقویٰ کی چوٹی پر فائز ہے تو ایسے

www.kitabmart.in

شخص کے اندر ایک خود حفاظتی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کی بنا پر کسی اور ایسی علت کی ضرورت نہیں رہتی جو اسکے نفس کو برائیوں سے روکے بلکہ وہ خود بخود برائیوں سے دور رہتا ہے۔

شیخ صدوقؒ نے امالی میں محمد بن ابی عمیر سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی عمیر نے ہشام سے ــــ جو امام جعفر صادقؑ کے ایک لائق ترین شاگرد تھے ــــ پوچھا کیا امام معصوم ہوتا ہے؟ ہشام نے کہا ہاں! محمد بن ابی عمیر نے کہا کہ مجھ سے بیان کرو کہ یہ عصمت کیونکر ہوتی ہے؟

ہشام نے کہا: سنو گناہ کی چند علتیں ہوتی ہیں اور وہ تمام علتیں امام میں نہیں ہوتیں اسلئے امام گناہ نہیں کر سکتا مثلاً گناہ کی علت کبھی حسد، کبھی حرص کبھی شہوت، کبھی غصہ ہوا کرتا ہے۔ اور امام کے اندر انمیں سے کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب امام کے اختیار میں دنیا کی تمام چیزیں ہیں مسلمانوں کا بیت المال تک ہے تو وہ دنیا کے بارے میں حرص کیوں کرنے لگا؟ حسد آدمی اس شخص سے کرتا ہے جو اس سے بلند ہو اور امامت سے بلند تر کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے تو امام حسد کیسے کر سکتا ہے؟ اب رہی غصہ کی بات تو وہ دنیاوی امور پر تو غصہ کرتا نہیں ہاں خدا کے لئے غصہ کرتا ہے۔ تو خداوند عالم نے جب حدود الٰہی کا اجراء اس کے سپرد کر رکھا ہے تو گناہوں پر وہ خود حد جاری کر سکتا ہے اس کو غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے جو شخص اپنی بات پوری نہیں کر پاتا اسکو غصہ آتا ہے۔ امام شہوت کا پابند نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا نے جس طرح دنیا کو ہمارے لئے محبوب بنایا ہے آخرت کو امام کے لئے محبوب بنایا ہے لہٰذا وہ ہر بات میں آخرت کو پیش نظر رکھتا ہے جیسے ہم دنیا کو پیش نظر رکھتے

www.kitabmart.in

ہیں۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ حسین چہرے کو چھوڑ کر قبیح چہرے کی طرف رغبت کرے؟ اچھا کھانا چھوڑ کر بدمزہ کھانے کی طرف رغبت کرے؟ نرم و نازک لباس چھوڑ کر سخت و کھردرا لباس اختیار کرے؟ پھر آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی نعمت کو چھوڑ کر دنیا کی فانی نعمت کی طرف کیسے رغبت کر سکتا ہے؟ [1]

جو لوگ مذہبی فریضہ سمجھ کر امام کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اس کے تعلیمات و احکام کو بے چون چرا قبول کر لیتے ہیں کیونکہ انکے احکام کو حکم الٰہی جانتے ہیں اس میں ذرہ برابر شک نہیں رکھتے تو اگر کوئی معصوم نہ ہو امکانِ خطا و اشتباہ رکھتا ہو تو کیا اسکے بھی ہر حکم کو لوگ حکم خدا سمجھیں گے؟ کیا اسکے احکام کی دل کی گہرائی سے پابندی کریں؟ نہیں ہرگز نہیں!

زیبائش دنیا، خواہشات نفسانیہ، حبّ جاہ و مال و ثروت کے مقابلے میں ہر وقت انسان کے پھسلنے کا امکان رہتا ہے۔ یہ صرف قوتِ عصمت کا کرشمہ ہے جو معصوم کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہیں ہونے دیتی اور نہ وہ ان چیزوں کے مقابلے میں کبھی شکست خوردہ ہوتا ہے۔

اگر انسان اپنے دینی رہبر "امام" پر صد در صد اعتماد و بھروسہ نہیں رکھتا تو رسالت مذہب "جو بشریت کو کمال تک پہونچانے کا ذریعہ ہے" نامکمل رہ جائے گی۔ کیونکہ جب امام گناہ و خطا سے معصوم نہ ہوگا تو مذہب انحرافِ عظیم کا شکار ہو جائیگا اور دین خدا اپنے ہدف واقعی سے دور ہو جائے گا۔

---

[1] امالی صدوق ص ۵۰۵، بیروت

www.kitabmart.in

اور لوگ ہر حکم و دستور کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کہیں یہ حکم اسلام حقیقی نظریے کے مخالف نہ ہو؟

●

ایک بات اور بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ امام کی عصمت صرف اسکے امامت تک ہی محدود نہیں ہوا کرتی" یا یوں کہہ لیجئے کہ صرف عہدے کے زمانہ میں معصوم ہونا کافی نہیں ہے" بلکہ پوری زندگی اسکو معصوم ہونا ضروری ہے۔ مقام رہبری تک پہونچنے سے پہلے بھی اسکے دامن پر عصیان کا دھبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پہلی بات تو یہی ہے کہ گناہ کرنے سے اسکی شخصیت اس عظیم عہدے کے لائق نہیں رہے گی۔ اور دوسرے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اس نے سابق میں معمولی سی بھی معصیت کی ہے تو ہمیشہ وہ شخص انکی نظروں میں متہم رہے گا۔ اس پر عوام کو کبھی بھی اعتماد حاصل نہیں ہوگا۔ اور اسکی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں قہری طور سے یہ شبہ مستحکم ہو جائے گا کہ اسکی رہبری شرعی نہیں ہے۔ اور پھر لوگ اسکو تقویٰ و پاکیزگی کا معیار بھی قرار نہ دیں گے چہ جائے کہ اسکے اعمال و فضائل معنوی پر شیفتہ ہو جائیں۔

جو شخص ماضی میں غرق مئے ناب رہ چکا ہو لوگوں کے دلوں سے یہ بات زندگی تک مٹنے والی نہیں ہے اور اسکے مخالفین کو تو بہت بڑا موقع ہاتھ آجائے گا۔ اگر ماضی کے کنہکا کو مستقبل کے پیشوا کی صورت میں پیش کیا جائے تو لوگ کہیں گے خوب! دو سو چوہے کھا کے بلو حج کو چلیں!

اگر آئمہ معصومین کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مخالفین نے اپنی تمام دریدہ دہنیوں اور گستاخیوں کے باوجود انکی شخصیتوں پر فساد و اعمال

www.kitabmart.in

وگناہ کا اتہام نہیں لگایا۔ اگر معمولی سا شورش دشمنوں کو مل جاتا تو رائی کو پہاڑ بنائے بغیر نہ چھوڑتے اور اس سلسلہ میں ذرہ برابر رو رعایت نہ کرتے اور لوگوں کے دلوں میں بھی شبہ پیدا ہو جاتا کہ احکام الٰہی سے انکا بھی ارتباط نہیں کیونکہ احتمال کذب تو پیدا ہی ہو جاتا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ دینی رہبر کا انتخاب خدا کرے کیونکہ وہ جانتا ہے یہ معصوم ہے۔

جناب موسیٰؑ کا قصہ پڑھئے کہ جب انکا فرعون جیسے طاغی و باغی کا سامنا ہوا ہے تو اس نے فوراً جناب موسیٰؑ پر اعتراض کیا ہے۔ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [1]

(فرعون بولا موسیٰ کیا ہم نے تمہیں یہاں رکھ کر بچپنے میں تمہاری پرورش نہیں کی اور تم اپنی عمر سے برسوں ہم میں رہ سہ چکے ہو اور تم اپنا وہ کام (جو قبطی کا کر گئے جو کر گئے اور تم (بڑے) ناشکرے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا (ہاں) میں نے اسوقت اس کام کو کیا جب میں حالت غفلت میں تھا۔ پھر جب میں آپ لوگوں سے ڈرا تو بھاگ کھڑا ہوا پھر (کچھ عرصہ کے بعد) میرے پروردگار نے مجھے نبوت عطا کی اور مجھے بھی ایک پیغمبر بنایا ــــ

اسی لئے سب سے ضروری اور پہلی شرط امامت کیلئے باطنی پاکیزگی عمیق تقویٰ، اور عصمت ہے۔

●

---

[1] پ ۱۹ س ۲۶ (الشعراء) آیت ۱۸ تا ۲۱

www.kitabmart.in

یہ صحیح ہے کہ ہر انسان سے خطا و اشتباہ کا ہونا ممکن ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی اطلاعات و معلومات ان مفاہیم و تصورات کا ایک سلسلہ ہے جو مدارک علمی اور حواس کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں جن میں غلطی کا بہر حال امکان موجود رہتا ہے۔

لیکن امام اپنے دل کی آنکھوں سے جہانِ رنگ و بُو کے باطن اور ملکوتِ عالم کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس ذریعہ سے معارف و حقیقی علوم حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا جب واقعات کا ادراک اسطرح کرتا ہے حواس کے واسطہ سے نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ اسکے یہاں خطا و اشتباہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دراصل خطا صورت ذہنی کو خارجی حقیقت سے تطبیق کرنے میں ہوتی ہے۔ اور جب انسان ڈائریکٹ حقیقتوں کے درمیان ہوتا ہے اور اپنی باطنی قوت سے حقیقتِ ہستی سے رابطہ پیدا کرتا ہے تو وہاں خطا و اشتباہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

امام کی عصمت رفتار و گفتار، افکار سب میں ہوتی ہے۔ اور یہی عصمت دلیل ہے کہ امام غیب کا عالم ہوتا ہے کیونکہ ظاہری و عمومی و عادی طریقوں سے کوئی بھی شخص تمام حقائق تک دسترسی نہیں حاصل کر سکتا اور نہ حقائق کا اسطرح ادراک کر سکتا ہے جس طرح وہ نفس الامر میں ہیں۔ یہ آگاہی اور بینشِ الٰہی اور غیبی احاطہ کا نتیجہ ہے کہ انسان ہمیشہ خطا و اشتباہ سے محفوظ رہتا ہے اور حقائق و اشیا تک اسکی رسائی ہو جاتی ہے اور علم غیب علیہ الٰہی ہے

یہ بات اصولی طور سے مسلم ہے کہ علمی تقویٰ انسانی نفوس کی تربیت میں بنیادی اثر رکھتا ہے۔ اور امام و رہبر کے افعال و صفات باطنی تغیر و تحول میں نفوس کے اندر تقویٰ کے اضافہ میں، اقوال سے زیادہ اثر انداز ہوا کرتے

www.kitabmart.in

ہیں۔ لہٰذا مخلوق کا رہبر معنوی اگر روحانی فضیلتوں سے عاری ہو تقویٰ و پاکیزگی کا اس کے یہاں نام و نشان نہ ہو تو وہ کسی بھی طرح بلند انسانوں کی تربیت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی انسانی نفوس پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اور نہ لوگوں کی دینی و مذہبی تربیت کر سکتا ہے۔

●

قرآن مجید میں بعض انبیا کی طرف گناہ کی نسبت دی گئی ہے اس لئے پہلے ہم گناہ کے معنی بیان کرتے ہیں اس کے بعد اصل مسئلہ کو بیان کریں گے خداوند عالم کے احکام کی نافرمانی دو قسم کی ہوتی ہے ۱۔ گناہ واقعی ۲۔ گناہ نسبی۔

۱۔ گناہ واقعی . . . احکام الٰہی کی مخالفت یعنی گناہوں میں ڈوبنا یعنی ایسا گناہ کرنا جس کے لئے مخصوص جزا معین کی گئی ہے۔ یہ گناہ انبیاء سے نہیں ہو سکتے۔ انبیا اس سے منزہ و مبرا ہوتے ہیں۔

۲۔ گناہ نسبی . . . یعنی ایسے اعمال کرنا جنکے کرنے پر کوئی سزا معین نہیں ہے لیکن مجازاً اور دوسروں کے اعتبار سے اسکو گناہ کہا جاتا ہے اس گناہ کا بھی تصور انبیا سے نہیں کیا جاتا کیونکہ جو حضرات سالک راہ خدا ہوں، مبدا وحی سے ڈائریکٹ رابطہ رکھتے ہوں، مخفی ترین حقائق کا نفس خفی رکھتے ہوں ان سے اس قسم کے اعمال کی توقع نہیں کی جاتی۔ کیونکہ وہ معرفت کے جس درجہ پر فائز ہیں ان کے ساتھ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک سکنڈ کے لئے بھی وہ ذکر حق سے غافل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انکی غفلت "چاہے بہت مختصر ہو" انکو انکے مرتبہ سے گرا دیگی۔

اولیاء اللہ چونکہ انکے پاس ایمان راسخ، علم کثیر ہوتا ہے اور حقائق واقعیہ

www.kitabmart.in

تک انکی رسائی ہوتی ہے۔ معرفت تامہ اور کامل بیداری کے مرکز سے ان کا رابطہ ہوتا ہے۔ اسلئے اگر وہ ــــ چاہے مختصر مدت کیلئے ہو ــــ بے توجہی اور غفلت سے دوچار ہو جائیں تو اسکو گناہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہی بے توجہی و غفلت دوسروں کے لئے گناہ نہیں ہے ــــ مشہور بات ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ ابرار کے لئے جو چیزیں حسنہ شمار ہوتی ہیں وہی چیزیں مقربین کے لئے گناہ شمار کی جاتی ہیں ــــ مترجم

یہ بات ہر جگہ عام ہے اگر کسی کی ایک اجتماعی شخصیت ہے تو لوگ اسکے مرتبہ و عہدہ کے مطابق افعال کی اس سے توقع رکھتے ہیں کیونکہ لوگوں کی توقعات اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہیں اور ہر شخص کو چاہیئے کہ لوگوں کی توقعات کے مطابق اپنے کو پورا کرے مثلاً ایک عالم و ادیب سے جس عمدہ کلام کی توقع ہوگی وہ ایک جاہل و بے ادب سے کبھی نہیں ہو سکتی اسی لئے انبیاء کرام سے گناہ تو نہیں ہوتا ہے لیکن اگر کوئی بات انکے شایانِ شان نہ ہو تو خدا ان سے باز پرس کرتا ہے جیسے آدم کا واقعہ ہے۔

میں مانتا ہوں کہ نتائج گناہ کا علم عموماً آدمی کو معصوم نہیں بناتا اور صرف علم برائی سے نہیں روک سکتا جیسے ڈاکٹر کا علم کسی کو موت سے نہیں بچا سکتا لیکن اگر کوئی واقع کا عالم ہو اور گناہ کے تمام خطرناک آثار و نتائج سے باقاعدہ آگاہ ہو اور خدا کے عذاب الیم کا شدید خوف رکھتا ہو تو وہ گناہ نہیں کر سکتا۔

یعنی واقع و حقیقت کا کشف تام اور اسکی ایسی حقیقی معرفت جس میں زمان و مکان کے فاصلے اثر انداز نہ ہو سکیں ایسی چیز ہے جو معصوم کو گناہ کرنے سے روک دیتی ہے۔ مثلاً جس پائلٹ کو معلوم ہو کہ فلاں جہاز میں ٹائم بم رکھا ہے اور یہ بھی

www.kitabmart.in

جانتا ہو کہ ہوا میں جہاز کے پہونچتے ہی وہ بم پھٹ جائیگا۔ کسی بھی قیمت پر وہ پائیلٹ اس جہاز کو لیکر پرواز نہیں کرے گا۔ اور یہ بھی بدیہی ہے کہ پائیلٹ اگر جہاز کو اڑا کر لے جاتا ہے تو یہ اسکا غیر اختیاری فعل نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے چاہے اڑائے یا نہ اڑائے۔ اب اگر وہ جہاز نہیں اڑاتا ہے تو اسکی عقلمندی کی دلیل ہے۔ اسکی عقل اور اسکا علم دونوں مانع ہونگے۔ اور یہ احتمال دینا کہ شاید اسکے باوجود پائیلٹ جہاز کو اڑائے یہ احتمال کالعدم ہے۔

اسی بات سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ اگر کسی کو کسی عمل کے خراب نتائج کا صحیح طور سے علم ہو تو پھر وہ شخص ــــ بشرطیکہ علم و عقل رکھتا ہو ــــ اس عمل کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

پس امام احکام خدا کی اطاعت اور اتصاف فضائل میں اسی طرح مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے جس طرح اسکی عصمت اس سے سلب ارادہ و اختیار نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اختیاری طور پر گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا۔ بلکہ غیر معصوم افراد میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو رضائے الٰہی کی خاطر اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے لئے بہت سے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ انکے اندر جو یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے وہ آگاہی کافی بینش وسیع اور شناخت کامل کی بنا پر نہ ہو بلکہ وہی احساس اطاعت خدا اور پاکیزگی ذہن و فکر اس کا سبب بنے ہوں اور انکے اندر اتنی تبدیلی پیدا کر دی ہو کہ سرکشی و عصیان و طغیان کے جذبات کا گلا گھونٹ دیا ہو اور انکو خدا کی اطاعت کی طرف مائل کر دے ہوں۔

www.kitabmart.in

●

ایک اور بات بھی ہے۔ عنایت باری کا تقاضا یہ ہے کہ جسکو لوگوں تک اپنی رسالت کی تبلیغ کے لئے بھیجے اسکو سہو و خطا سے بھی محفوظ رکھے۔ جس طرح احکام کا وحی کے ذریعہ حاصل کرنا خداوند عالم کی عنایت پر موقوف ہے اسی طرح اس مرحلہ میں عصمت بھی عنایت پروردگار کے تابع ہوتی ہے۔ کیونکہ احکام الٰہی کا بندوں تک پہونچنا بغیر سہو و نسیان اور معمولی سی لغزش کے بغیر ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ [1] (اے رسول) اگر تم پر خدا کا فضل (و کرم) اور اسکی مہربانی نہ ہوتی تو ان (بدمعاشوں) کا ایک گروہ تمکو ضرور گمراہ کرنیکا قصد کرتا حالانکہ وہ لوگ بس اپنے آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور یہ لوگ تمھیں کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتے اور خدا ہی نے تو (مہربانی کی کہ) تم پر اپنی کتاب اور حکمت نازل کی اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے تمھیں سکھا دیں اور تم پر تو خدا کا بڑا فضل ہے۔

خدا کی طرف سے وحی شدہ احکام کے ابلاغ و نفاذ میں اسی خصوصیت کا ہونا ضروری ہے۔ اور پیام رسالت کے دائمی ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ امام و رہبر اپنی رفتار و گفتار و کردار میں معصوم ہو کیونکہ احکام الٰہی کے بیان کرنے میں غلطی مقصد امامت ہی کو ختم کر دیگی جسطرح ظالم و فاسق حکام مقاصد رسالت کیلئے خطرہ ہوا کرتے ہیں۔

---

[1] پ ۵ س ۴ النساء آیت ۱۱۱ تا ۱۱۳

www.kitabmart.in

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر اجرائے قانون کی حفاظت و ذمہ داری کسی ایسے قابل اعتماد و معصوم شخص کے قوت مجریہ کا رئیس بھی ہو سپرد نہ کی جائے جو دقت و خلوص و امانت کے ساتھ مرحلہ بہ مرحلہ نفاذ کرے تو دین الٰہی کے احکام تغیر و تبدل سے کسی طرح بھی بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ احتمال بہرحال رہتا ہے کہ نفاذ کرنیوالا اشتباہ کر رہا ہو یا حکم الٰہی کو صحیح طور سے سمجھا ہی نہ ہو بلکہ یہ بھی احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ احکام الٰہی میں جان بوجھ کر تغیر و تبدیلی کر رہا ہے لیکن اگر امام معصوم ہو تو سارے احتمالات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی اضافہ کیجئے کہ بہت سی آیات امام کی تفسیر و توضیح کی محتاج ہوتی ہیں اور امام المسلمین کا فریضہ ہے کہ وہ ان آیات کی تفسیر و توضیح بیان کرے۔

جس شخص کے اندر تمام انسانی کمالات مرتبہ قوۃ سے مرتبہ فعلیت میں آچکے ہوں وہی انسان کامل ہے اور امام چونکہ بشر کی حرکت تکاملی کا منتہا ہے۔ اور دین کا صراط مستقیم ہے اس لئے تمام احکام شریعت پر عمر بھر اس کیلئے عمل کرنا ضروری ہے۔ اور زندگی بھر اس کا دامن آلودۂ عصیان نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اسکی عمر کا تھوڑا سا حصہ بھی گناہ میں بسر ہوا اور تھوڑی ہی سی مدت کیلئے اسی اگر وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو گیا اور خدا کی نافرمانی کر بیٹھا تو پھر وہ دین کا کامل نمونہ نہیں بن سکتا اور نہ اطاعت پروردگار کے راستے سے بشر کو جو بلندی دلا سکتا تھا وہ دلا سکے گا۔

لہٰذا ان تمام باتوں کے پیش نظر اس عصمت نامہ سے جو احکام الٰہی کی بیان کنندہ ہے۔ چشم پوشی کرنا ناممکن ہے۔ بلکہ عہدہ امامت پر سرفراز ہونے

www.kitabmart.in

سے پہلے بھی عصمت سے غفلت بصر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر امامت کے شرائط متحقق نہ ہوئے تو پھر معاشرہ آسانی کے ساتھ امام کے احکام پر لبیک نہیں کہے گا۔ اور نہ ہی اسکی ہدایت وارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا۔

www.kitabmart.in

قرآن و سنت سے عصمت کی تائید

اہلبیتؑ رسولؐ کی عصمت پر ایک دلیل آیت تطہیر بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر جس نام کی کوئی چیز نہیں ہے ملاحظہ فرمائیے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ [1] (اے پیغمبرؐ کے) اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے پاک رکھے اور جو پاک رکھنے کا حق ہے اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے۔

عربی لغت میں "رجس" کے معنی پلیدگی اور آلودگی کے آئے ہیں خواہ آلودگی ظاہری ہو یا باطنی جس کی تعبیر گناہ سے کی جاتی ہے اور قرآن میں رجس دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے: اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ۔ [2] (وحی شدہ قرآن میں کھانیوالے کے لئے کوئی چیز حرام نہیں ہے) مگر مردار، یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت تو بیشک یہ چیزیں ناپاک اور حرام ہیں۔

یہاں پر ظاہری آلودگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ دوسری جگہ بھی رجس

---

[1] پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۳۳

[2] پ ۸ س ۶ (انعام) آیت ۱۴۵

www.kitabmart.in

کا استعمال ہوا ہے لیکن وہاں بالمعنی ناپاکی کے معنی میں استعمال ہوا ہے : وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ ۔ [1] مگر جن لوگوں کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے تو انکی پچھلی "نجاست پر اس سورۃ نے ایک نجاست اور بڑھادی ۔

آیت تطہیر میں رجس سے مراد ظاہری پلیدگی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تو ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ ظاہری نجاست سے پاک رہے اس میں اہلبیتؑ رسولؐ کی کیا تخصیص ہے ؟ حالانکہ آیت اہلبیتؑ کی ایک مخصوص فضیلت کو بیان کرنا چاہتی ہے ۔ اسکے علاوہ نجاست ظاہری سے اجتناب کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے جسکو قرآن اہلبیت کیلئے مخصوص کرنا چاہتا ہو ۔ اسلئے ہم مجبور ہیں کہ رجس سے مراد روح کی پاکیزگی اور بالمعنی الہارت مراد لیں تاکہ قرآن کا ایک واضح مفہوم ظاہر ہو سکے ۔

اب رہا ارادہ الٰہی سے مراد کون سا ارادہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے ارادۂ تکوینی مراد ہے یعنی نظام تکوین کے اندر خدا کا ارادہ یہ ہے کہ اہلبیتؑ کا دامن ہر گناہ سے بری اور ہر فضیلت سے بھرا ہو ۔ کیونکہ اگر ارادہ سے مراد ارادۂ تشریعی لیا جائے تو پھر آیت کا مفہوم یہ ہوگا ۔ پروردگار عالم نے اپنے نظام تشریع میں یہ قانون وضع کیا ہے کہ اہلبیتؑ اپنے دامن کو گناہوں سے آلودہ نہ کریں یا شلاً نجاستوں سے پرہیز کریں ۔ ظاہر ہے کہ مفہوم واقعیت سے بہت دور ہے اور قابل قبول بھی نہیں ہے کیونکہ ترک گناہ اور نجاستوں سے پرہیز ایک دینی

---

[1] پ ۱۰ س (توبہ) آیت ۱۲۵

www.kitabmart.in

فریضہ ہے اور شرعی قانون ہے اس سے کسی کو کوئی امتیاز یا افتخار نہیں حاصل ہوتا جس کے لئے رسولؐ کو ضرورت پڑے کہ وہ ایسا کام کریں کہ جو ابھی تک نہیں کیا ہے یعنی اہلبیتؑ کے سروں پر چادر ڈالیں اور دوسروں کو اس میں داخل ہونے سے روکیں۔

●

عہد رسولؐ میں جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو اصحاب میں چرچہ غلغلہ مچ گیا اور آیت تطہیر کے جو حضرات مصداق تھے اور جنکی حقیقت و قداست و اخلاص سب ہی کے نزدیک مسلم بات تھی انکو اصحاب کسا کہا جانے لگا۔ خود حضرات اہلبیتؑ نے جہاں دیکھا کہ اپنی معنویت کا اظہار ضروری ہے وہاں اس سے استدلال بھی کیا۔

عمر کی عمر تمام ہونے کے بعد انکے حسب الحکم جو شوریٰ تشکیل دیا گیا تھا حاضرین کے سامنے حضرت علیؑ نے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے "علاوہ میرے اور میرے اہلبیتؑ کے" کوئی ایسا ہے جسکے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہو؟ سب ہی نے کہا جی نہیں۔ پھر فرمایا: اہلبیتؑ کا وجود فضیلتوں سے سرشار ہے کیونکہ قرآن کا اعلان ہے: اے اہلبیتؑ پیغمبرؐ خدا تم سے ہر قسم کی پلیدگی کو دور کرنا چاہتا ہے اور تم کو پاک و منزہ بنانا چاہتا ہے۔ بنابریں خدا نے تمام ظاہری و باطنی برائیوں کو ہم سے دور کر دیا ہے اور حق و حقیقت کے راستہ پر ہم کو گامزن فرمایا ہے۔ [1]

ابن عباس کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: پروردگار عالم نے آدمیوں کو دو قسموں میں بانٹ دیا ہے اور مجھے انمیں سے بہترین والے زمرہ میں قرار دیا

---

[1] غایۃ المرام ص ۲۹۵

www.kitabmart.in

ہے جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے: وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ۔ [1] اور داہنے ہاتھ والے (واہ) داہنے ہاتھ والوں کا کیا کہنا ہے۔ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ [2] اور بائیں ہاتھ (میں نامۂ اعمال لینے) والے (افسوس) بائیں ہاتھ والے کیا (مصیبت میں) ہیں۔ میں جو اصحاب یمین میں ہوں انہیں بہترین شمار ہوتا ہوں۔ اسکے بعد انکو تین قسموں میں تقسیم کیا اور مجھے پاک ترین گروہ میں قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے: وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ [3] اور تم لوگ تین قسم کے ہو تو داہنے ہاتھ (میں اعمال لینے والے (واہ) داہنے ہاتھ والے کیا (چین میں) ہیں اور بائیں ہاتھ (میں اعمال لینے) والے افسوس بائیں ہاتھ والے کیا (مصیبت میں) ہیں اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں (واہ کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے تھے یہی لوگ (خدا کے) مقرب ہیں۔ اور میں سابقین میں سب سے بہتر ہوں اس کے بعد انکو شعبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہم کو سب سے زیادہ نیکوں میں قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ [4] لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرے۔ اس میں شک

---

[1] پ ۲۷، س ۵۶ (واقعہ) آیت ۲۷۔ [2] پ ۲۷ س ۵۶ (واقعہ) آیت ۴۱
[3] پ ۲۷ س ۵۶ (واقعہ) آیت ۷۔ ۱۱۔ [4] پ ۲۶ س ۴۹ (حجرات) آیت ۱۳

www.kitabmart.in

نہیں کہ خدا کے نزدیک تم سب میں بڑا عزت دار وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔
پس میں نسل آدم میں سب سے زیادہ باتقویٰ اور سب سے گرامی ہوں۔ اسکے بعد لوگوں کو خاندانوں میں تقسیم کیا اور مجھے سب سے زیادہ بافضیلت خاندان میں جگہ دی کیونکہ اسی کا ارشاد ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ الخ [1]

اس بنا پر میں اور میرے اہلبیتؑ معصوم ہیں۔ اس روایت میں رسولؐ نے آیت تطہیر کی بڑی صراحت سے تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ آیت عصمت بھی ہے

●

آیت تطہیر کی شان نزول یہ ہے کہ ام المومنین جناب ام سلمہ فرماتی ہیں۔ (جنکے گھر میں یہ واقعہ ہوا ہے) ایک دن جناب فاطمہؑ ایک ظرف میں کچھ کھانا لیکر رسولخدا کی خدمت میں پہونچیں آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ، حسنؑ، حسینؑ کو بھی بلا لو۔ چنانچہ جناب فاطمہؑ نے بلایا جب سب کے سب آگئے اور کھانا کھانے لگے تو آیت تطہیر نازل ہوئی اسی وقت آنحضرتؐ نے اس کپڑے کو جو آپ کی پشت پر تھا سب کے سر پر ڈال کر تین مرتبہ فرمایا: خدایا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں ان سے رجس کو دور فرما اور انکو پاک و پاکیزہ قرار دے۔ [2]

بہت سے اہلسنت کے علماء نے لکھا ہے کہ آیت تطہیر ان پانچ حضرات کیلئے آئی ہے رسولخدا، حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ۔ [3]

---

[1] آیت کا ترجمہ و حوالہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے۔ [2] ینابیع المودۃ ص ۱۲۵

[3] ینابیع المودۃ ص ۱۲۶، در منثور ج ۵ ص ۱۹۹، مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۳۳۱، تفسیر رازی ج ۱ ص ۸۷۳، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۶۳، صواعق ابن حجر ص ۸۵

www.kitabmart.in

عمر ابن ابی سلمہ جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں کہتے ہیں : آیت تطہیر ام سلمہ کے گھر نازل ہوئی۔ اس وقت پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ امام حسینؑ کو اپنے پاس بلا کر اپنے پشت پر پڑے ہوئے کپڑے کو ان سب کے سروں پر ڈال کر فرمایا : یہی لوگ میرے اہلبیتؑ ہیں۔ ان سے رجس کو دور کر۔ اور ان کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔ جناب ام سلمہ نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ کیا میں بھی ان لوگوں میں ہوں؟ فرمایا : اپنی جگہ پر رہو تم بھی اچھے لوگوں میں ہو۔ [1] (مگر اہلبیتؑ میں تمہارا شمار نہیں ہے)

ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں : ایک دن صبح کے وقت رسولخدا ایک کپڑا اپنی پشت پر ڈالے ہوئے گھر سے باہر نکلے اتنے میں حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، فاطمہؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے، رسولؐ نے اس (پشت پر پڑے ہوئے کپڑے) کو ان سب کے سر پر ڈالا۔ اور آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی۔ [2]

ابوالحمراء — پیغمبر اسلام کے ایک صحابی — کہتے ہیں : میں مدینہ میں آٹھ مہینہ تک رسولخدا کی مراقبت کرتا رہا۔ میں نے مسلسل دیکھا کہ جب رسولخدا نماز کیلئے گھر سے باہر آتے تھے تو پہلے حضرت علیؑ کے گھر آتے تھے اور دروازے کے دونوں طرف ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے : نماز، نماز اے اہلبیتؑ خدا نے تم سے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ناپاکیوں کو دور رکھے اور اسطرح پاک و پاکیزہ قرار دے جو پاک و پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔ [3]

---

[1] جامع الاصول ج ۱۰ ص ۱۰۱ روایت ام سلمہ، آیت تطہیر، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۶۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۹ و ص ۱۶۷

[2] ینابیع المودۃ ص ۱۲۳، [3] درمنثور ج ۵ ص ۱۹۸، اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۷۵، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۸

www.kitabmart.in

چونکہ کسا کے شاید چند گنے چنے لوگ ہی تھے۔ اور موضوع بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا، اور خود رسولؐ مقبول اسکو لوگوں میں نشر کرنے کے خواہشمند تھے تاکہ اہلبیتؑ کے مصداق کون لوگ ہیں یہ بات واضح ہو جائے، اور خبر محدود دائرہ میں منحصر ہو کر نہ رہ جائے اسلئے کافی دنوں تک اسکو مسلسل نشر کرتے رہے تاکہ تمام اصحاب اس سے باخبر ہو جائیں۔

چنانچہ ابن عباس کا بیان ہے: نو مہینے تک نماز کے وقت رسولؐ خدا حضرت علیؑ کے مکان پر جاکر فرمایا کرتے تھے: اے اہلبیتؑ تم پر سلام ہو اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔ [1]

انس ابن مالک کہتے ہیں: چھ ماہ تک مسلسل نماز صبح کے وقت پیغمبر اسلام جناب فاطمہؑ کے گھر جاکر فرمایا کرتے تھے: اے میرے اہلبیتؑ نماز کیلئے اٹھو اسکے بعد آیت تطہیر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [2]

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: روزانہ نماز صبح کے وقت جب رسولؐ خدا ہمارے مکان کے پاس پہونچتے تھے تو فرمایا کرتے تھے تم لوگوں پر خدا کی رحمت ہو نماز کے لئے اٹھو پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے تھے۔ [3]

●

---

[1] کفایۃ الطالب گنجی شافعی ص ۲۳۲، الامام الصادق والمذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۹، روایت ابن عباس در شان نزول آیہ

در مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۳۳۱، خصائص نسائی ص ۱۲، ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۶۹، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۹ و ص ۲۰۷

[2] ترمذی ج ۲ ص ۳۰۸، مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۵۸، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۳، فصول مہمہ ص ۱۱۴، تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۵

در منثور ج ۵ ص ۱۹۹، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳، مسند احمد حنبل ج ۳ ص ۲۸۵، [3] غایۃ المرام ص ۲۹۵

www.kitabmart.in

نیز انھیں حضرتؑ سے منقول ہے :

ذات اقدس الٰہی کے پاس دو قسم کے علوم ہیں۔ ۱۔ دانش خصوصی۔ ۲۔ دانش غیر خصوصی :

پہلا علم کسی بھی انسان کے پاس نہیں ہے البتہ دوسرا علم فرشتوں اور انبیاء کو دیا گیا ہے۔ اور یہی دوسرا علم ہماری دسترس میں بھی ہے۔ [1]

امام محمد باقرؑ نے فرمایا :

حضرت آدمؑ کے ساتھ جو علم و دانش اترا تھا وہ ختم نہیں ہوا بلکہ وراثتاً ایک کے بعد دوسرے کو منتقل ہوا حضرت علیؑ الٰہی دین و شریعت کے عالم تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی عالم دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک اپنے اہل میں سے اپنا جانشین نہ معین کر دے جو اسکے علوم کا وارث ہو یا جس چیز کو خدا چاہتا ہے وہ جانتا ہے۔ [2]

یہ بھی فرمایا : ہم علوم الٰہی کے خزینہ دار ہیں سونے و چاندی کے ڈھیروں کے خزینہ دار نہیں ہیں۔ [3]

حضرت علیؑ نے فرمایا :

ہاں خدا زمین کو اپنے اس حجت سے کبھی خالی نہ رکھے گا جو حق کیلئے قیام کرتا ہو۔ خواہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو یا ظاہر ہو۔ اور یہ اسلئے ہے تاکہ حجت حق باطل نہ ہونے پائے۔ اور یہ حجت ہائے خدا کتنے ہیں اور کہاں ہیں؟

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۵۵ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۳۲

[3] غایۃ المرام ص ۵۱۳

www.kitabmart.in

خدا کی قسم وہ عدد کے لحاظ سے کم ہیں۔ لیکن خدا کی بارگاہ میں بڑی منزلت والے ہیں خدا انھیں کے واسطے سے اپنے بینات کو محفوظ رکھتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے جیسے حضرات کے پاس امانت رکھ دیں۔ انکے علمی ذخائر نے انکو بصیرت کی حقیقت تک پہونچا دیا ہے اور وہ روح یقین تک پہونچ گئے۔ مالداروں کیلئے جو چیز مشکل ہے انکے لئے آسان ہے۔ وہ حقائق مسائل سے انس رکھتے ہیں۔ اور ناآگاہ افراد متوحش ہوتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں جنکی روحیں اوج رفعت تک پہونچی ہوں اور جائیگاہ اعلیٰ سے متعلق ہوں وہی لوگ زمین پر خدا کے خلفا ہیں جو انسانوں کی راہ حق کی طرف رہبری کرتے ہیں۔ [1]

●

حضرت علیؑ کی پوری زندگی میں کئی ایسے دینی مشکل مسائل درپیش ہوئے جنکے حل پر خلیفہ قادر نہیں تھے۔ چونکہ ان مسائل کا حل علیؑ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا۔ اسلئے بتقاضائے ضرورت حضرت علیؑ کی طرف ہر خلیفہ رجوع کرتا تھا لیکن پوری تاریخ اسلام میں کوئی ایسا موقع نہیں دکھایا جاسکتا جہاں پر اسلامی نظریہ سمجھنے کیلئے حضرت علیؑ نے کسی اور کی طرف رجوع کیا ہو کہ اس کے ذریعہ حکم الٰہی کو سمجھتے۔ !

سعید ابن مسیب کہتے ہیں: حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی: "جو چاہو میرے مرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو"

پس جو بھی حکومت اسلامی کا ذمہ دار ہو اسکا علم اتنا وسیع ہونا چاہیئے

---

[1] مناقب خوارزمی ص ۳۹۰، مکمل نہج البلاغہ میں اسکے لئے ۱۳ مصدر ذکر کیا گیا ہے ص ۱۲۰۷

www.kitabmart.in

حکم نہیں کرتے۔ [1]

اسی طرح حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: آخر راہِ حق و حقیقت کے دریافت کرنے میں کیونکر حیران ہو جبکہ عترت رسولؐ تمہارے درمیان میں ہے۔ یہ حضرات حق کے رہبر، دین کے پرچمدار، سچائی کی زبان ہیں، عترت کو قرآن ہی کی طرح (عظیم) سمجھو اور پیاسوں کی طرح انکی طرف رخ کرو۔ [2]

امام رضاؑ نے فرمایا: امام وہ شخصیت ہے جو گناہ و معاصی سے مبرا ہوتی ہے۔ اور ہر عیب سے پاک ہوتی ہے۔ اور علم و دانائی کے قرین ہوتی ہے۔ [3]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: انبیاء اور انکے خلفاء گناہ سے مبرا ہوتے ہیں کیونکہ یہ حضرات معصوم ہوتے ہیں۔ [4]

حضرتؑ مزید وضاحت فرماتے ہیں: امام کی شخصیت ممتاز و برگزیدہ ہوتی ہے۔ وہ انسانوں کی خدا کی طرف رہنمائی کرنیوالا ہوتا ہے، وہ ایسا قیام کرنیوالا ہے جس سے دلوں میں امید ہوتی ہے، ایسا برگزیدہ ہے کہ عالم زر میں خدا کی خاص توجہات کا مرکز ہوتا ہے۔ اسکے بعد نظام آفرینش میں طلوع کرتا ہے، انسانوں کی خلقت سے پہلے شبح کی صورت میں یمین عرش الٰہی پر قیام پذیر ہوتا ہے۔ دانش و حکمت کو غیب سے سیکھتا ہے، اپنی دانائی کی کیوجہ سے مقام امامت تک پہونچتا ہے، اور پاک طینت ہونے کی وجہ سے منتخب کیا جاتا ہے۔

امام آدمؑ و نوحؑ کا بہترین فرزند ہوتا ہے، آل ابراہیمؑ کا برگزیدہ ہوتا ہے،

---

[1] اثبات الہداۃ ج ۱ ص ۲۳۳
[2] نہج البلاغہ ۸۳
[3] اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۰
[4] بحار ج ۲۵ ص ۱۹۹

www.kitabmart.in

اولاد اسماعیل کا خلاصہ ہوتا ہے۔ عترت محمدؐ کا مختار ہوتا ہے، خدا اس پر مخصوص توجہ رکھتا ہے، خدا کی طرف سے اسکی حفاظت و نگہبانی ہوتی ہے، شیطان کے جال سے محفوظ رہتا ہے، فساق کی تاریکیاں اور انکے وسوسے اسکی ذات میں اثر انداز نہیں ہو سکتے، ناپسند کردار و افعال سے محفوظ ہوتا ہے، ہر عیب سے پاک و پاکیزہ ہوتا ہے آفات سے محجوب، گناہوں سے معصوم ہوتا ہے، بدی سے آلودہ دامن نہیں ہوتا بلوغ و رشد کی ابتدا ہی سے بردباری اور نیکی میں مشہور ہوتا ہے، پاکدامنی، فضیلت اور دانش سے پہچانا جاتا ہے۔ [1]

●

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا فرماتے تھے:

اے لوگو میں تمہارے درمیان میں دو بہت ہی قیمتی امانتیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم لوگ ان دونوں سے متمسک رہے تو گمراہ نہ ہوگے۔ انمیں ایک دوسرے سے بزرگ ہے اور وہ دونوں امانتیں ایک تو خدا کی کتاب ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ارتباط کا ذریعہ ہے اور دوسری میری عترت ہے آگاہ ہو جاؤ کہ قرآن و عترت قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ [2]

یہ روایت وہی مشہور حدیث ثقلین ہے جس کو شیعہ و سنی علماء نے اپنی کتابوں میں متعدد سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس متواتر حدیث سے چند نکتے مورد استفادہ ہو سکتے ہیں۔

---

[1] اصول کافی جلد ۱ ص ۲۰۳

[2] ینابیع المودۃ ۳۶، ترمذی میں زید بن ارقم کے حوالے سے منقول ہے ج ۵ ص ۳۲۹ حدیث ۳۸۷۶

www.kitabmart.in

۱ ۔ اہلبیتؑ کے کردار کے مطابق عمل کرنا اور انکے تمام احکام کی پیروی کرنا اور انکو اپنے لئے نمونہ قرار دینا، اور انکی مخالفت ضلالت و گمراہی کا سبب بن جانا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ جب یہ حضرات کبھی غلطی نہ کریں اور ہمیشہ دائرۂ عصمت میں محصور رہیں ورنہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر فطری بات ہے کہ امت انکی پیروی کر کے گرداب ضلالت و ہلاکت میں پھنس سکتی ہے۔ حالانکہ رسولخدا نے بطور حتم و جزم یہ اعلان فرمایا ہے کہ اہلبیتؑ کی پیروی سبب گمراہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ حضرات مجسم اسلام ہیں۔ اسلئے انکی روش ایسی ہونی چاہیئے جو امت کیلئے نمونہ ہو۔

۲ ۔ رسول اکرم نے قرآن و اہلبیتؑ میں قیامت تک جدائی کو محال قرار دیا ہے تو جس طرح قیامت تک قرآن کی بقاء کی ذمہ داری ہے اسی طرح قیامت تک زمین بھی امام سے خالی نہیں ہو سکتی۔

اسکے علاوہ رسولخدا کے نظریے کے مطابق انکے اہلبیتؑ ہر زمانہ میں مختلف حالات کے اندر زندگی بسر کرتے رہے اور ہمیشہ ایک معتبر علمی مرجع رہے لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے دین خدا کے احکام حاصل کرنے میں انھیں کی طرف رجوع کریں

امام رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں :

جب خدا کسی کو بندوں کے امور کے ادارے کیلئے انتخاب کرتا ہے تو اس منزل کیلئے اسکے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے اور اسکے دل کو حکمت کا مرکز قرار دیتا ہے، اور اپنے علوم کا براہ براہ اس پر الہام کرتا رہتا ہے۔ اور وہ کسی بھی مشکل سے مشکل سوال کے جواب سے عاجز نہیں ہوتا، اور راہ حق کے انتخاب میں کبھی سرگردان نہیں ہوتا، وہ معصوم ہونے کی وجہ سے گناہ و خطا سے منزہ و مبرا ہوتا ہے، مدد الٰہی ہمیشہ اسکے شامل حال رہتی ہے، صراط مستقیم پر چلنے کی کامیابی

www.kitabmart.in

اسی کی وجہ سے ہوتی ہے، وہاں لغزش وخطا کا تصور بھی نہیں ہوتا، خداوند عالم اسکو یہ مقام اسی لئے عطا کرتا ہے تاکہ وہ خدا کے بندوں پر حجت اور اسکی مخلوقات پر گواہ ہو، یہ وہ فضیلت ہے کہ خدا جسکو مناسب سمجھتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑا فضل والا ہے۔ [1]

علامہ سید شرف الدین ؒ اس سلسلہ میں ایک احتمال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: باوجود اسکے کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں میں کسی بھی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے۔ اور یہ آسمانی کتاب لوگوں کے تصرف سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔ ـــــ لیکن یہ بات ابھی تک واضح نہیں ہے کہ آیتوں کی تدوین وجمع آوری بعینہٖ اسی طرح ہے جسطرح وہ آیتیں نازل ہوئی تھیں؟ کیونکہ ایک احتمال یہ ہے کہ آیت تطہیر اہلبیتؑ کیلئے الگ نازل ہوئی ہو لیکن آیات کی ترتیب وتدوین وجمع آوری کے وقت اشتباہاً یا جان بوجھ کر ازواج پیغمبرؐ کے ذکر کے درمیان اس کو رکھ دیا گیا۔ [2]

---

[1] اصول کافی ج ۱

[2] کلمۃ الغراء ص ۲۱۳

www.kitabmart.in

جامعیتِ امام

امام اس بابرکت و پُر خیر وجود کا نام ہے جو امت کی تمام ضرورتوں سے ہر طرح آگاہ ہو دونوں جہان کی تمام نیک بختیوں اور زندگی کی بلندیوں، بشر کی جملہ معنوی و مادی سعادت و خوش بختیوں یا لوگوں کے ادارے اور انسانوں کی ہدایت کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہو ان تمام سے آگاہ ہو۔ اور ان امور کے تمام کلیات و جزئیات کے تمام ان لوازمات کے ساتھ جو انسان کو اوجِ قیانوسِ حیات سے سربلندی کے ساتھ عبور کرسکیں اور ساحلِ ابدیت تک پہونچا سکیں ان سے واقف و باخبر ہو۔

تمام حقائق کائنات کا علم، دانائی، و بینائی کے اعلیٰ ترین درجات تک رسائی قرآن سے آشنائی، یہ ساری باتیں امام کی جامعیت ہی کا نتیجہ ہیں۔ امام کی شخصیت درحقیقت شخصیت رسولؐ کا امتداد ہے، علم و معرفت و تمام صفات میں امام رسولؐ کی تصویر ہوتا ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جو خدا اپنے کامل ترین بندوں ہی کو عطا فرماتا ہے۔

جس پیشوا کی احکام کی حقیقت اور باطن تک رسائی ہو اور جو عین اسلام و صراطِ مستقیم ہو جس کی مذہبی معرفت اجتہادی نہ بلکہ حقیقی ہو اسکے بارے میں جہالت و ناآگاہی کا تصور ناممکن و محال ہے۔ جو شخص فیضانِ الٰہی کا مرکز، بشریت کا رہنما ہو کیا اسکی طرف شریعت الٰہی کے قوانین سے بے خبری نسبت دی جاتی ہے

www.kitabmart.in

جو معصوم انسان احکام الٰہی کا خزینہ دار و نگہبان ہو وہ معاشرے کو ترقی کی راہ پر لیجانے اور انسان کی پرورش کرنے پر آمادہ کرتا ہو شریعت کی صراط مستقیم تک لوگوں کی رسائی کا سبب ہو وہ بھلا جاہل ہو سکتا ہے؟

امت کے عقائدی و اجتماعی مصالح کی حفاظت کے لئے طریقۂ کار معین کرنا بھی امام کے فرائض میں سے ہے کیونکہ خدا کے بے انتہا لطف و کرم کا تقاضا یہی ہے کہ بشر سرگردان و پریشان نہ رہے۔ اسلئے دنیا و آخرت کے پیشوا کو لوگوں کا روحانی و فکری مرجع ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اسکے لئے ضروری اسباب سے آگاہی بھی لازم ہے۔ احکام و فرامین الٰہی تک پہونچنے کا راستہ ہمیشہ اسکے سامنے کھلا ہونا چاہیئے تاکہ وہ اپنی تعلیماتی گذرگاہ سے معاشرے کی مقاصد دین و رشد کیطرف رہنمائی کر سکے۔ اسی صورت میں بشر کے مشکلات کے حل کی کنجی اسکے ہاتھ میں ہوگی اور عذر و بہانے کے راستے مسدود ہونگے۔ اور یہ مفاہیم احادیث آئمہؑ کی روشنی میں واضح ہیں۔

مختلف موضوعات پر گفتگو، علمی بحثیں، مناظرے کے ذریعہ حق کو بیان کرنا کفر آمیز افکار و شبہات اور دینی سوالات کے اطمینان بخش جوابات دینے سے آئمہؑ کی بینش دینی اور تفکر اسلامی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جی ہاں جس شخص کا دل انور سے زیادہ منور، جس کا علم سب سے برتر، جس کی نظر سب سے وسیع تر، جسکی عقل سب سے بالاتر، جسکی توجہ سب سے عمیق تر ہو اور سب سے اہم تر یہ کہ معصوم ہو وہ ہر ایک سے زیادہ پیروی کیلئے شائستہ تر و بہتر ہوگا۔

کیونکہ جاہل و ناآگاہ اور محدود دینی معلومات رکھنے والا برابر ہے دانستہ یا نادانستہ قرآن کی مخالفت سے دوچار ہوتا ہے اسلئے کہ اسکی

www.kitabmart.in

کوئی ذمہ داری نہیں لی گئی ہے کہ وہ اپنے رفتار میں یا گفتار میں قرآن کی مخالفت نہیں کرے گا۔ اسلئے اگر لوگ اسکی پیروی کرینگے تو وہ درحقیقت قرآن کی مخالفت کریں گے۔ اور اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ بہت سے موارد میں اسکی نظر غیر یقینی و ظنی ہے۔ اور اسمیں بھی شک نہیں ہے کہ غیر یقینی نظریہ رکھنے والا چاہے بلند تر احتمالات کی پیروی کرے پھر بھی بدبختی کے بغیر وہ راہ حق قرآن سے جدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ معصوم ہی کی پیروی کرنی چاہیئے۔

امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں :

خداوند عالم اپنے دین کو پر تو درخشان اہلبیتؑ سے روشن کرتا ہے اپنے دانش و معرفت کے چشموں کو انھیں کے طفیل سے نمایاں کرتا ہے۔ جو شخص امام کے حق واجب کو درک کرے گا وہی ایمان کی لذت کو چکھ سکے گا اور اسلام کی برتری اور اسکے نقص و کامل چہرے کی زیارت کر سکے گا کیونکہ خداوند عالم نے امام کو پرچم ہدایت، مخلوق پر حجت قرار دیا ہے، اسکے سر پر تاج عظمت رکھا ہے امام وہ شخصیت ہے جسکا وجود انوار حق سے گھرا ہوتا ہے، حقائق آسمانی سے اسکی تائید ہوتی ہے، اسکی دانش کے مواد اختتام پذیر نہیں ہیں، اسباب کو وسیلہ بنائے بغیر نعمت ہائے الٰہی تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

پروردگار بندوں کی معرفت کو امام کی معرفت کے بغیر قبول ہی نہیں کرتا امام وحی و سنت کے پیچیدہ حقائق سے آگاہ ہوتا ہے، مخلوق کی رہبری و ارشاد کے لئے خداوند عالم ہمیشہ امام حسینؑ کی نسل سے کسی کو منتخب کرتا ہے۔ [1]

●

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۳

www.kitabmart.in

اسلامی مدارک کے اندر ہے کہ جو چیزیں انبیائے ماسبق کو عطا کی گئی تھیں۔ وہ رسولِ اسلام اور آئمہؑ کے بھی دسترس میں تھیں۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں :

پروردگار کیلئے دو علم ہیں۔ ۱۔ خاص۔ ۲۔ عام

علم خاص تک نہ تو انبیا کی رسائی ہے نہ ملائکۂ مقربین کی۔ البتہ علم عام انبیاء اور مقرب فرشتوں کے دسترس میں ہے۔ اور رسولِ خدا کے واسطہ سے ہم کو بھی پہونچا ہے۔ [1]

حضرت امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے فرمایا :

خدا کی قسم جو حقائق ہم تک پہونچے ہیں نہ سلیمان کو دیے گئے ہیں اور نہ کسی بھی فرد بشر کو عطا کئے گئے ہیں خداوند عالم نے سلیمان کے قصہ میں فرمایا ہے: یہ ہماری عطا ہے لہٰذا احسان کرو (یعنی دوسروں کو بھی سکھاؤ) یا خود اسکو حفظ کرو کہ تم سے اس بارے میں کوئی حساب نہ ہوگا۔ [2]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا :

جسکے پاس پوری کتاب کا علم ہے وہ حضرت علیؑ ہیں۔ خود آپ نے فرمایا ہے : آگاہ ہو جاؤ وجود انس آسمان سے آدم کے وسیلہ سے زمین تک آئی ہے۔ وہ اور وہ تمام فضیلتیں جو آدم سے لیکر خاتم المرسلینؐ تک دی گئی ہیں سب کی سب خاتم المرسلینؐ کی عترت میں ہیں۔ [3]

---

[1] بحار ج ۲۶ ص ۱۶۰

[2] بحار ج ۲۶ ص ۱۵۹

[3] بحار ج ۲۶ ص ۱۶۰

www.kitabmart.in

نیز انھیں حضرتؑ سے منقول ہے :

ذات اقدس الٰہی کے پاس دو قسم کے علوم ہیں۔ ۱۔ دانش خصوصی۔ ۲۔ دانش غیر خصوصی :

پہلا علم کسی بھی انسان کے پاس نہیں ہے البتہ دوسرا علم فرشتوں اور انبیاء کو دیا گیا ہے۔ اور یہی دوسرا علم ہماری دسترس میں بھی ہے۔ [1]

امام محمد باقرؑ نے فرمایا :

حضرت آدمؑ کے ساتھ جو علم و دانش اس اعتقاد سے ختم نہیں ہوا بلکہ وراثتاً ایک کے بعد دوسرے کو عنایت ہوا حضرت علیؑ الٰہی دین و شریعت کے عالم تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی عالم دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک اپنے اہل میں سے اپنا جانشین نہ معین کر دے جو اسکے علوم کا وارث ہو یا جس چیز کو خدا چاہتا ہے وہ جانتا ہے۔ [2]

یہ بھی فرمایا : ہم علوم الٰہی کے خزینہ دار ہیں سونے و چاندی کے ڈھیروں کے خزینہ دار نہیں ہیں۔ [3]

حضرت علیؑ نے فرمایا :

ہاں خدا زمین کو اپنے اس حجت سے کبھی خالی نہ رکھے گا جو حق کیلئے قیام کرتا ہو۔ خواہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو یا ظاہر ہو۔ اور یہ اسلئے ہے تاکہ حجت حق باطل نہ ہونے پائے۔ اور یہ حجت ہائے خدا کتنے ہیں اور کہاں ہیں؟

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۵۵ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۳

[3] غایۃ المرام ص ۵۱۳

www.kitabmart.in

خدا کی قسم وہ عدد کے لحاظ سے کم ہیں۔ لیکن خدا کی بارگاہ میں بڑی منزلت والے ہیں خدا انھیں کے واسطے سے اپنے بینات کو محفوظ رکھتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے جیسے حضرات کے پاس امانت رکھ دیں۔ انکے علمی ذخائر نے انکو بصیرت کی حقیقت تک پہونچا دیا ہے اور وہ روح یقین تک پہونچ گئے۔ مالداروں کیلئے جو چیز مشکل ہے انکے لئے آسان ہے۔ وہ حقائق مسائل سے انس رکھتے ہیں۔ اور ناآگاہ افراد متوحش ہوتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں جنکی روحیں اوج رفعت تک پہونچی ہوں اور جائیگاہ اعلیٰ سے متعلق ہوں وہی لوگ زمین پر خدا کے خلفا ہیں جو انسانوں کی راہ حق کی طرف رہبری کرتے ہیں۔ [1]

●

حضرت علیؑ کی پوری زندگی میں کئی ایسے دینی مشکل مسائل درپیش ہوئے جنکے حل پر خلیفہ قادر نہیں تھے۔ چونکہ ان مسائل کا حل علیؑ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا۔ اسلئے بتقاضائے ضرورت حضرت علیؑ کی طرف ہر خلیفہ رجوع کرتا تھا لیکن پوری تاریخ اسلام میں کوئی ایسا موقع نہیں دکھایا جاسکتا جہاں پر اسلامی نظریہ سمجھنے کیلئے حضرت علیؑ نے کسی اور کی طرف رجوع کیا ہو کہ اس کے ذریعہ حکم الٰہی کو سمجھتے۔ !

سعید ابن مسیب کہتے ہیں: حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی: "جو چاہو میرے مرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو"

پس جو بھی حکومت اسلامی کا ذمہ دار ہو اسکا علم اتنا وسیع ہونا چاہیئے

---

[1] مناقب خوارزمی ص ۳۹۰، حکم نہج البلاغہ میں اسکے لئے ۱۳ مصدر ذکر کیا گیا ہے ص ۱۳۰۷

www.kitabmart.in

کہ مسائل اور اسلامی قوانین کی شناخت اسکی رائی اور نظریہ امت اسلامی کے لئے معیار ہو۔ قرآن علی الاعلان اعلان کرتا ہے [1]

اَفَمَنْ یَّهْدِیْۤ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۔ [2]

جو شخص دین کی راہ دکھاتا ہے کیا وہ زیادہ حقدار ہے کہ اسکے حکم کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو دوسرے کی ہدایت تو درکنار خود جب تک دوسرا اسکو راہ نہ دکھائے دیکھ نہیں پاتا آخر تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

اس آیت میں وجدان کے سپرد معاملہ کر دیا گیا ہے اور اسکا فیصلہ خود لوگوں پر چھوڑ دیا گیا ہے: ظاہر ہے کہ انسان کا وجدان خود ہی یہ فیصلہ کرتا ہے کہ جس نے راہ حق کو پہچان لیا ہو اور حق کی تشخیص کر چکا ہو اور معاشرے کو اسی سمت بلا رہا ہو۔ وہی اس قابل ہے کہ اسکی پیروی کی جائے۔ لیکن جو مسائل میں، راہ حق کی تشخیص میں خود ہی دوسروں کا محتاج ہو اسکی اطاعت قطعاً مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا صرف اسی حاکم کی پیروی کرنی چاہیئے جو دوسروں کی ہدایت کا محتاج نہ ہو۔

"برید" نامی ایک عالم ہشام بن حکم ہمراہ امام جعفر صادقؑ کی ملاقات کو جا رہا تھا اتفاق سے راستہ میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہو گئی، امام ششمؑ نے برید سے پوچھا تم اپنی مذہبی کتاب کے بارے میں کتنی معلومات رکھتے ہو؟ برید نے کہا: مجھ سے بہتر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ امامؑ نے پوچھا تاویل و تفسیر میں اپنے اوپر

---

[1] کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۳

[2] یونس (یونس) آیت ۳۵

www.kitabmart.in

کیونکر بھروسہ کرتے ہو؟ بریدؑ نے کہا: میں اپنی دانش وفہم پر مکمل بھروسہ رکھتا ہوں۔ امام مقتمؑ نے انجیل کی تلاوت شروع کی۔ بریدؑ پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور واقعاً وہ بہت متاثر ہوا پھر بولا: میں پچاس سال سے آپ جیسے شخص کی تلاش میں ہوں۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اسکے ساتھ والی عورت بھی مسلمان ہوگئی۔

ہشام و بریدؑ اور وہ عورت تینوں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہونچے ہشام نے پورا واقعہ نقل کیا تو امام جعفر صادقؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی شان میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ انمیں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے[1] (مقبول ترجمہ)

بریدؑ نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا آپ توریت، انجیل اور دیگر کتب انبیاء کا علم کیونکر رکھتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: یہ چیزیں ہمکو میراث میں ملی ہیں۔ ہم انکی تلاوت ویسے ہی کرتے ہیں جیسے خود اہل کتاب کرتے ہیں اور تلفظ بھی انھیں کی طرح کرتے ہیں۔ خداوند عالم زمین پر ایسے شخص کو حجت نہیں قرار دیتا جو کسی مسئلہ کے جواب میں کہدیں: میں نہیں جانتا۔[2]

نوفلی کا بیان ہے: امام رضاؑ کے تشریف لانے کے بعد مامون نے حکم دیا کہ مختلف مذاہب کے علماء کو دعوت دو جیسے عیسائیوں کے پوپ[3] یہودیوں کے حبر (عالم)، ستارہ پرستوں کے عالم، دھریوں کے عالم، زرتشتیوں کے قاضی[4] رومیوں[5]

---

[1] پ۳ س (آل عمران) آیت ۳۴ — [2] کافی ج ۱ ص ۲۲۵

[3] اسکا نام جاثلیق تھا مترجم — [4] اسکا نام راس الجالوت تھا مترجم

[5] الہربذ الاکبر" مترجم — [6] فسطاس مترجم

[7] بعض روایات میں بریسہ نام آیا ہے مترجم

www.kitabmart.in

کے پزشک، متکلمین کے سردار کو ایک جلسہ میں بلاکر اکٹھا کرو۔ اسکے بعد مامون نے امام رضاؑ کے پاس پیغام بھیجا تمام مذاہب کے سربرآوردہ علماء جمع ہونیوالے ہیں اگر آپ کا جی چاہے تو تشریف لائیے اور انکی علمی بحثوں میں شرکت فرمائیے۔ حضرت نے اس جلسہ میں شرکت کی منظوری دیدی اور نوفلی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: مامون نے جو تمام مذاہب کے علماء کو جمع کیا ہے کیا تم بتا سکتے ہو اسکا کیا مقصد ہے؟

نوفلی: جی ہاں اسکا مقصد یہ ہے کہ آپکا امتحان لے اور آپکے علم کا اندازہ لگائے

حضرت نے فرمایا: کیا اسکو خطرہ ہے کہ اس مباحثے میں یہ لوگ مجھے شکست دے دینگے؟ نوفلی! خدا کی قسم مجھے اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن خدا سے امید کرتا ہوں آپ کو سب پر غلبہ عطا کرے۔ پھر حضرت نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ مامون کب پشیمان ہوگا؟ نوفلی! جی ہاں بالکل چاہتا ہوں

حضرت نے فرمایا: جب میں یہودیوں کو توریت سے، عیسائیوں کو انجیل سے زبور والوں کو زبور سے، صابئین کو انکی عبری زبان میں ہربذان کو فارسی زبان میں رومیوں کو رومی زبان میں، اصحاب مقالات کو انھیں کی زبان میں استدلال کرکے ان سب کو مغلوب کرونگا اور وہ سب میری دلیلوں کو مان کر اپنا اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلیں گے۔ اس وقت مامون پشیمان ہوگا اور اسکو پتہ چلے گا کہ جس مسند پر وہ بیٹھا ہے وہ اسکی جگہ نہیں ہے۔

دوسرے دن وقت معین پر جلسہ منعقد کیا گیا اور امام رضاؑ بھی تشریف لائے تو یہودیوں کے عالم نے کہا: ہم لوگ توریت، انجیل، زبور، صحف ابراہیمؑ کے علاوہ آپ کی کسی دلیل کو نہیں تسلیم کریں گے۔ حضرت نے قبول فرمایا اور اسکے بعد انبیاء کی کتابوں سے حضرت رسولؐ کا خاتم النبیین ہونا ثابت فرمایا۔ اور

www.kitabmart.in

حضرتؑ نے ایسے دلائل پیش کئے جن میں کسی شبہ کی گنجائش ہی نہ رہ گئی تھی سب سے پہلے یہودی عالم نے حضرت کے استدلال کو تسلیم کرتے ہوئے حق بات کو مان لیا اور مسلمان ہوگیا۔ اسکے بعد دیگر افراد سے "جو حضرتؑ کی تقریر سے کافی متاثر ہو چکے تھے" گفتگو فرمائی اور وہ لوگ بھی خاموش رہے تب حضرت نے کہا اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو بلا تامل پوچھ لے۔

عمران صابی ـــــ جو علم کلام کا بے مثل عالم تھا ـــــ بولا: میں بصرہ، کوفہ شام، جزیرہ ہر جگہ گیا اور وہاں کے متکلمین سے بحث کی مگر کوئی بھی "خدائے واحد" کا اثبات نہیں کر سکا۔ تب امام نے وحدانیت پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ گفتگو فرمائی جس سے عمران قانع ہوگیا اور بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں خدا ویسا ہی ہے جیسا آپ نے بیان فرمایا اور محمدؐ اسکے بندے ہیں جنکو بشر کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا۔ پھر رو بقبلہ ہو کر سجدہ میں گر پڑا اور مسلمان ہوگیا ـــــ تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ علامہ صدوقؒ کی توحید میں تحریر ہے ـــــ

بحث و مباحثہ ختم ہونے کے بعد مامون اٹھا اور امام رضاؑ کے ساتھ گھر سے باہر چلا گیا۔ اور لوگ بھی متفرق ہو گئے۔ [1]

●

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: تقویٰ اختیار کرو اور اپنے امام کی پیروی کرو کیونکہ نیک و صالح معاشرہ امام عادل کے طفیل میں برقرار ہوتا ہے۔ اور فاسد و آلودہ بگناہ معاشرہ امام فاجر کی وجہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور نابود ہو جاتا ہے [2]

---

[1] اثبات الہداۃ ج ۶ ص ۳۵ ـــ ص ۳۹، توحید صدوق ص ۴۲۰ ـــ ص ۴۲۹۔ [2] بحار الانوار ج ۸

www.kitabmart.in

اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ کی نجات و ہلاکت امام پر موقوف ہے اگر امام نیک و صالح ہے تو معاشرہ کو نجات ملے گی اور اگر امام ہی فاسق و فاجر ہے تو معاشرہ بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔

www.kitabmart.in

علوم امام کے سرچشمے

امام کے عمیق ترین و دقیق ترین علوم کا ماخذ و سرچشمہ عالم غیب سے الہام کا ہوتا ہے۔ خود قرآن مجید بھی ائمہ معصومینؑ کے علوم کا منبع ہے۔ ائمہ اپنے وسیع عقول و کامل علوم اور وسعت فکر، اور دینی بے پناہ معلومات کی بنا پر مسائل کے جوابات اور احکام کا اسی قرآن سے استنباط کر لیا کرتے تھے۔ اسی الٰہی کتاب اور اصل اسلامی منبع سے مختلف علمی حقائق کا استخراج کر لیا کرتے تھے۔

تیسرا ذریعہ وہ انبیاء کی کتب و صحیفے تھے جو رسولخداؐ سے ائمہ معصومینؑ کو میراث میں ملے تھے۔

ان تینوں مدارک ــ الہام من الغیب، قرآن، صحف و کتب انبیاء ــ کے سلسلے میں بہت سی روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں ہم انھیں میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں ــ

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

جناب داؤدؑ کو انبیاء الٰہی کے علوم میراث میں ملے تھے پھر داؤدؑ کا علم سلیمانؑ کو وراثت میں ملا پھر جناب سلیمان سے حضرت خاتم الانبیاؐ تک منتقل ہوا اور ہمکو آنحضرتؐ سے میراث میں ملا۔ ابراہیمؑ کے صحیفے، موسیٰؑ کی توریت، ہمارے پاس ہے۔ ابوبصیر نے ــ جو اسوقت وہاں موجود تھے ــ بڑے تعجب

www.kitabmart.in

سے کہا پھر تو بہت زیادہ علم آپ کے پاس ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے ابو محمد اس علم کی قدر و قیمت اس علم کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے جو دن و رات، ساعت بہ ساعت ہم پر الہام ہوتا ہے۔ [1]

حضرت امام علی رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں:

جب خداوند عالم اپنے بندوں کے امور کی سرپرستی کیلئے کسی شخص کو منتخب کرتا ہے تو اسکے لئے شرح صدر کر دیتا ہے۔ اور اسکے دل میں حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے، اس پر الہام کرتا ہے اسکے بعد وہ شخص نہ کسی جواب سے عاجز ہوتا ہے۔ اور نہ کبھی راہ صواب سے بھٹکتا ہے۔ اور وہی شخص معصوم و مؤید ہوتا ہے۔ موفق و مسدد ہوتا ہے۔ خطا لغزش بھول کر سے محفوظ ہوتا ہے۔ خدا ان تمام خصوصیات سے اسکو مخصوص کرتا ہے تاکہ اسکے بندوں پر حجت، اسکی مخلوق پر شاہد ہو۔ اور یہ تو خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دیدے خدا بہت فضل والا ہے۔ [2]

حسن بن عباس معروفی نے ایک خط میں امام رضاؑ سے پوچھا: حضور رسول نبی اور امام میں کیا فرق ہے؟ حضرتؑ نے جواب میں لکھا: رسول وہ شخص ہے جس پر جبرئیل نازل ہوں اور وہ جبرئیل کو (بیداری میں) دیکھتا بھی ہے اور انکی باتوں کو سنتا بھی ہے۔ اور اسپر وحی نازل ہوتی ہو اور کبھی وہ جبرئیل کو عالم خواب میں دیکھتا ہے جیسے ابراہیم نے دیکھا تھا۔ لیکن نبی وہ شخص ہے جو کبھی فرشتہ کی آواز سنتا ہے مگر دیکھتا نہیں اور کبھی دیکھتا ہے مگر کلام نہیں سنتا: اور امام وہ شخص ہے

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۵ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۳

www.kitabmart.in

جو فرشتہ کے کلام کو سنتا ہے مگر فرشتہ کو دیکھتا نہیں ہے۔ [1]

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا :

ہمارے علوم تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ گذشتہ، ۲۔ آئندہ، ۳۔ حادث، علوم گذشتہ کی ہمکو تفصیل و تفسیر بتادی گئی ہے۔ علوم آئندہ ہمارے پاس تحریری طور پر موجود ہیں، علوم حادث و جدید کا ہمارے گوش دل پر القا کر دیا جاتا ہے اور یہی ہمارا سب سے افضل علم ہے، اور ہمارا نبی سب سے آخری نبی ہے اسکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ [2]

پس روحانی فیضان جو رسولخدا کیلئے تھا وہ آئمہ معصومین کیلئے بھی ہے انبیاء و مرسلین کے مرنے کی وجہ سے خدا اور اسکے بندوں کا رابطہ منقطع نہیں ہوا کرتا۔

●

اب آیئے قرآن مجید جو منبع بے پایان ہے اور آئمہ معصومین کیلئے مورد استفادہ ہے اسکے بارے میں خود انھیں حضرات سے سنئے :

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں :

ہمارے علوم میں سے ایک قرآن کے احکام و تفسیر کا علم ہے جو خدا نے ہمکو دیا ہے اور تغیرات و حوادث زمانہ کا علم ہے جب خدا کسی قوم کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو انکو سامع قرار دیتا ہے اور اگر خدا انکو سامع قرار دے جو گوش شنوا سے محروم ہیں تو وہ اعراض کر کے چلے جاتے ہیں گویا کچھ سنا ہی نہیں امام نے تھوڑی دیر سکوت فرما کر) فرمایا: اگر ہمکو ایسے لوگ مل جاتے جو ہمارے

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۱۷۶ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۶۳

www.kitabmart.in

علوم کے ظرف بن سکتے تو ہم بھی کچھ کہتے خیر خدا پر بھروسہ ہے۔ ۱

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا :

قرآن میں خبرہائے گذشتہ و آئندہ اور اختلافات کے فیصلوں کا حکم موجود ہے اور ہم لوگ ان سب سے واقف ہیں۔ ۲

حضرت علیؑ فرماتے ہیں :

قرآن کی باتیں کرو میں تمکو بتانا چاہتا ہوں کہ گذشتہ و آئندہ کے تمام علوم قرآن میں ہیں جن احکام و مسائل کی تمکو ضرورت ہے وہ بھی قرآن میں ہیں اسی طرح وہ باتیں بھی ہیں کہ جنکی وجہ سے تم میں آپس میں اختلاف ہوگا۔ اگر مجھ سے پوچھو تو تمکو سب بتادوں۔ ۳

امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک صحابی نے آپ سے پوچھا : کیا قرآن و سنت میں تمام چیزیں موجود ہیں یا آپ اپنی طرف سے بیان کر دیتے ہیں ؟ امام نے فرمایا : اپنی طرف سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں قرآن و سنت میں سب کچھ موجود ہے۔ ۴

تاویل قرآن کا علم غیبی علوم سے ہے۔ یعنی یہ وہ علم نہیں ہے جسکو عادی طریقوں سے سیکھا جاسکتا ہو۔ بنابریں تاویل قرآن ـــــ یعنی خدا کے واقعی مراد کے چہرے سے نقاب کشائی ـــــ کا علم علم غیب سے ہے اسی لئے فیضان الٰہی کے بغیر اسکا علم نہیں حاصل ہوسکتا۔

---

۱ اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۹ ۲ اصول کافی ج ۱ ص ۶۱

۳ " " ص ۶۱ ۴ " " ص ۶۳

www.kitabmart.in

قرآن کا ارشاد ہے : هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ۔ [1]

اسی خدا نے تو تم پر اپنی کتاب نازل کی جسکی کچھ آیتیں تو بالکل صاف صاف ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور کچھ آیتیں مبہم ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ فتنہ پھیلانے اور (حصول مطلب کیلئے) اسکی تاویل کر کے انھیں مبہم (گول مول) آیتوں کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ انکا اصلی مطلب خدا اور معصومین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

بنابریں راسخون فی العلم سے مراد صرف وہی حضرات ہو سکتے ہیں جو آیات متشابہات کی تاویل خدا ہی کی طرح جانتے ہوں۔ اور بہت سی روایات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام تاویل قرآن کا علم جانتا ہے۔

امام محمد باقرؑ کے ایک صحابی نے امامؑ سے پوچھا : اس روایت کا کیا مطلب ہے کہ قرآن کی ہر چیز کا ظاہر اور باطن ہے اور ہر حرف کی حد ہے۔ اور ہر حد کیلئے آگاہی ہے۔ اس میں ظاہر و باطن سے کیا مراد ہے؟ امام نے جواب دیا : جو قرآن نازل ہوا ہے وہی ظاہر ہے اور تاویل قرآن باطن ہے اسکا کچھ حصہ تو گذر گیا اور کچھ کا ابھی وقت نہیں آیا ہے وہ چاند و سورج کی طرح جریان میں ہے۔ جب اسکا زمانہ ہوتا ہے وہ آجاتی ہے۔ اور ارشاد خدا ہے "وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون

---

[1] پ ۳ س ۳ (آل عمران) آیت ۷

www.kitabmart.in

فِی الْعِلْم" اور ہم قرآن کی تاویل سے مکمل طور سے آگاہ ہیں۔ [1]

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے :

راسخون فی العلم کی سب سے بلند و بالا شخصیت رسولِ خدا کی ہے۔ پروردگار نے جو بھی آنحضرتؐ پر اتارا اسکی تاویل سے بھی آگاہ کر دیا۔ اور ہر چیز کی تاویل کا علم رسولؐ و آل رسولؐ کو عطا فرما دیا۔ اور جو لوگ تاویل قرآن کا علم نہیں رکھتے اگر ان میں کا کوئی عالم کوئی بات کہتا ہے تو خدا خود انکے بارے میں کہتا ہے : یَقُولُونَ: آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ــــ وہ یہ کہہ دیتے ہیں ہم خدا پر ایمان لائے ہیں ہر چیز ہمارے رب کی طرف سے ہے ــــ پس جان لو قرآن میں عام بھی ہے خاص بھی ہے محکم بھی ہے متشابہ بھی ہے ناسخ بھی ہے منسوخ بھی ہے اور راسخون فی العلم اس کو جانتے ہیں۔ [2]

●

آئمہ معصومینؑ کا ایک منبع وہ کتابیں اور صحیفے ہیں جو رسولِ خدا سے ان حضرات کو میراث میں پہونچے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے :

(خدا نے) ہمارے قبضے میں ایسی کتاب دیدی ہے جس نے ہمکو دوسروں سے بے نیاز کر دیا ہے حالانکہ لوگ ہمارے محتاج ہیں اور یہ کتاب ایسی ہے جسکو رسولؐ نے لکھوایا ہے حضرت علیؑ نے لکھا ہے۔ اس میں حلال و حرام کے تمام مسائل موجود ہیں۔ تمکو جن چیزوں کے بارے میں سوالات کرنے ہو

---

[1] المیزان ج ۳ ص ۷۰ [2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۱۳

www.kitabmart.in

ہمکو معلوم ہے کہ اگر اس پر عمل کروگے تو کیا نتیجہ ملے گا اور عمل نہ کروگے تو اسکا حشر کیا ہوگا۔ [1]

امام جعفر صادقؑ کے ایک مخصوص صحابی نے کہا: میں نے امام سے پوچھا جو علمی میراث آپ کے پاس ہے وہ علوم کے کلیات ہیں یا ایسے امور کی تفسیر ہے جس پر لوگوں میں اختلاف ہوتا ہے مثلاً طلاق و میراث وغیرہ۔ حضرت نے فرمایا: حضرت علیؑ نے تمام چیزوں کو خواہ وہ طلاق ہو یا میراث سب تحریر کردیا ہے اگر ہمارا امر ظاہر ہوا تو کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا جس میں ہم سنت رسولؐ نہ رکھتے ہوں کہ جس کو اجرا کریں گے۔ [2]

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: پیغمبرؐ نے مجھے حکم دیا: اے علی میں جو کچھ بولوں اسکو لکھتے جاؤ۔ میں نے کہا اے خدا کے رسولؐ کیا آپ کو خوف ہے کہ میں بھول جاؤں گا؟ فرمایا نہیں کیونکہ میں نے درگاہ احدیت میں دعا کی تھی کہ تم کو حافظ قرار دیدے۔ مگر یہ چیزیں میں تمہارے شرکاء یعنی وہ آئمہ جو تمہارے بعد تمہاری نسل سے ہونگے ان کیلئے لکھوا رہا ہوں جنکی برکت سے میری امت پر بارش ہوتی ہے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں جنکی وجہ سے امت پر عذاب نہیں ہوتا اور رحمت حق آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اسکے بعد امام حسنؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہ دوسرا ہے اور پھر امام حسینؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ میرا ہے اور باقی اسکی نسل سے ہونگے۔ [3]

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۳۱

[2] جامع احادیث شیعہ ج ۱ ص ۱۳۸

[3] ینابیع المودۃ ص ۲۲

www.kitabmart.in

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں :

تمام کتابیں حضرت علیؑ کے پاس تھیں جب آپ نے عراق کے سفر کا ارادہ فرمایا تو انکو جناب ام سلمہ کے پاس امانتاً رکھوایا جب حضرت علیؑ کی شہادت ہوگئی تو وہ کتابیں امام حسنؑ تک پہونچیں۔ انکے بعد امام حسینؑ کے پاس منتقل ہوئیں اور جب امام حسینؑ کی شہادت ہوگئی تو وہ سب امام زین العابدینؑ کے قبضہ میں آئیں اسکے بعد میرے والد ماجد کے قبضہ میں منتقل ہوئیں۔ [1]

امام محمد باقرؑ نے جابر سے فرمایا :

اے جابر اگر ہم اپنے شخصی نظریے کی بنیاد پر حدیثوں کو بیان کریں تو ہلاک ہوجائیں۔ آگاہ ہوجاؤ ہم جن روایتوں کو بیان کرتے ہیں وہ رسولؐ خدا کی روایتیں ہیں جو ہمارے پاس ذخیرہ ہیں اسکو ہم نے اسی طرح محفوظ رکھا ہے جسطرح لوگ چاندی سونے کی حفاظت کرتے ہیں۔ [2]

حضرت علیؑ کا اعلان ہے :

قرآن مجید کے اندر کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہو کہ یہ کہاں اتری ہے اور کس کے بارے میں اتری۔ میرے سینہ میں علم کثیر میرے مرنے سے پہلے جو چاہو پوچھ لو جب کوئی آیت نازل ہوئی تھی اور میں نہیں ہوتا تھا تو رسولؐ خدا میرے انتظار میں رہتے تھے میرے پہونچتے ہی مجھے آگاہ کر دیتے تھے اور فرماتے تھے : علی تمہاری عدم موجودگی میں یہ آیات نازل ہوئیں پھر شرح تنزیل اور انکی تاویل بھی بیان فرماتے تھے۔ [3]

---

[1] جامع احادیث شیعہ ج ۱ ص ۱۲۱ [2] جامع احادیث شیعہ ج ۱ ص ۱۳۱ [3] ینابیع المودۃ ص ۸۳

www.kitabmart.in

یہ بھی حضرت علیؑ نے فرمایا :

بہت سے علوم میرے سینہ میں محفوظ ہیں جنکو رسولخدا نے مجھے بتایا تھا اگر ایسے لوگ مل جاتے جو اسکی حفاظت کی ذمہ داری لے لیتے اور جو کچھ سنتے دقت وامانت کے ساتھ اسکو باز گو کر سکتے تو کچھ تھوڑا سا علم میں انکے سپرد کر دیتا اور علوم کے دروازے انکے سامنے کھول دیتا کہ ایک ایک دروازے سے ہزار ہزار دروازے کھل جاتے ۔ [1]

مالک بن انس کا بیان ہے کہ رسولخدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا : میرے بعد جو چیزیں اختلاف کا باعث ہیں تم انکو بیان کرو گے اور آشکار کرو گے ۔ [2]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس تعلیم سے رسمی و عادی تعلیم مراد نہیں ہے کیونکہ رسولخدا فرصت کے اوقات میں اور محدود وقت کے اندر اپنے کلام معجز نما سے حضرت علیؑ کیلئے ہزار دروازے کھول دیتے تھے اور علیؑ کے سینہ کو معارف دینی و علمی سے بھر دیتے تھے ـــــ بلکہ یہ تعلیم اور درجہ آگاہی کی بلندی مخصوص کیفیت اور نبوتی طاقت و بالفعل ہدایت کے ذریعہ تھا۔ اس طرح آپ نے حضرت علیؑ کے سینہ و دل کو عمیق حقائق سے پر کر دیا تھا۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا :

تمام اصحاب رسولؐ کی سطح استعداد ایسی نہیں تھی کہ وہ مسائل کو آنحضرتؐ سے پوچھ سکتے اور جواب سمجھ سکتے۔ بعض لوگ کسی موضوع کے بارے میں سوال

---

[1] غایۃ المرام ص ۵۱۸

[2] کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶، مستدرک صحیحین ج ۳ ص ۱۲۳

www.kitabmart.in

تو کہہ لیتے تھے لیکن اس کے جواب کے سمجھنے کی باقاعدہ صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور بعض تو مسئلہ بھی نہیں پوچھ سکتے تھے ان کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ کچھ نئے لوگ آکر سوالات کریں تاکہ وہ بھی جواب سنیں ــــ لیکن میں شب و روز خدمت رسولؐ میں رہتا تھا مجھ سے تنہائی میں بات کرتے تھے جہاں جاتے تھے اپنے ہمراہ مجھے بھی لے جاتے تھے۔ تمام اصحاب اس بات کو جانتے تھے کہ ایسے مواقع کسی کو نصیب نہیں ہوتے۔ کبھی آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لاتے تھے اور کبھی میں آپکی امانت گاہوں میں سے کسی ایک میں پہونچ جاتا تھا۔ جب میں جاتا تھا تو سب کو ہٹا دیتے تھے اور حکم دیتے تھے میری بیویاں بھی چلی جائیں۔ لیکن جب آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لاتے تھے تو فاطمہؑ و میرے بچے گفتگو میں شریک رہتے تھے۔ جب میں سوالات کرتا تھا تو میرے سوالوں کے ختم ہو جانے کے بعد جوابات دیتے تھے۔ اور کبھی میں خاموش رہتا تھا تو وہ حضرتؐ خود ہی آغاز سخن کرتے تھے۔ جتنی آیتیں آنحضرتؐ پر نازل ہوتی تھیں میرے سامنے پڑھتے تھے اور میں لکھتا تھا آیات کی تفسیر ناسخ منسوخ، محکم متشابہ، خاص عام سب کو مجھے بتاتے تھے اور خدا سے دعا کرتے تھے کہ مجھے ان کے حفظ کرنے اور سمجھنے کی قدرت عطا فرمائے۔ اسی لئے جن علوم کی مجھے تعلیم دی تھی ان کو اور آیتوں کو میں اب تک نہیں بھولا ہوں، تمام احکام الٰہی حلال، حرام، امر، نہی، جو خدا کی طرف سے نازل ہوتے تھے ان کی اور انبیائے سابق کی تمام کتابوں کی مجھے تعلیم دیتے تھے۔ اور میں ان سب کو حفظ کر لیتا تھا ایک حرف بھی میں نہیں بھولا ہوں۔ پھر میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دعا فرماتے تھے۔ خداوندا علیؑ کے دل کو علم و فہم، حکمت و نور سے پُر کر دے ــــ

www.kitabmart.in

میں نے عرض کیا جب سے آپ نے میرے لئے دعا فرمائی ہے میں ایک حرف بھی نہیں بھولا کیا آپ کو خطرہ ہے کہ میں بھول جاؤں گا؟ فرمایا جہل و نسیان کا کوئی خطرہ نہیں ہے اس اعتبار سے میں آسودہ خاطر ہوں اور تم پر بھرپور اعتماد کرتا ہوں۔ [1]

جی ہاں انھیں خصوصیات کی بنا پر فرمایا تھا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔ جو شخص تحصیل دانش کرنا چاہتا ہے اس کو دروازے سے آنا چاہئیے۔ [2]

اسی لئے آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا: جو شخص میرا علم حاصل کرنا چاہے وہ اس شخص آگاہ (حضرت علیؑ) سے حاصل کرے۔

آنحضرتؐ نے اسی طرح یہ بھی فرمایا ہے:

۱۔ اے علیؑ میں شہر علم ہوں اور تم اس شہر کے دروازہ ہو جو شخص یہ خیال کرے کہ دروازے کے علاوہ کسی اور راستے سے شہر میں داخل ہو گا وہ جھوٹا ہے۔ [3]

۲۔ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اسکے در ہیں۔ [4]

چونکہ عمل کر علم مقدم ہے اس لئے مسلمان اگر اپنے اعمال تعلیمات رسولؐ کے مطابق بجالانا چاہیں تو حضرت علیؑ سے دانش و رہنمائی کی درخواست سب چیزوں پر مقدم ہے۔

●

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۶۳ [2] مناقب خوارزمی ص ۴۰، مستدرک صحیحین ج ۳ ص ۱۲۶، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۴۸، صواعق ص ۷۳، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۔ [3] ینابیع المودۃ ص ۷۳

[4] ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۱، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴

www.kitabmart.in

رسولؐ خدا مسلمانوں کے آئندہ معاشرے کی علمی ضرورتوں سے باقاعدہ آگاہ تھے۔ اس لئے آپ کی پوری توجہ اس بات پر تھی کہ اپنے علوم کو کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو آپ کے بعد امت کی دینی ضرورتوں کو پورا کر سکے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے احکام الٰہی لوگوں تک پہونچا سکے۔ اس لئے آپ خدا کی طرف سے مامور ہوئے کہ علیؑ کی تربیت کریں۔ یعنی ایسی شخصیت جو بیدار مغز ہو اور لوگوں کو دین خدا کے مطابق تربیت دینے کی اصل و بنیاد ہو اور احکام الٰہی کی حفاظت بھی کر سکتی ہو۔

اور ایک مثالی قائد کے اندر جو خصوصیات ہوتی ہیں ان کی جامع ہوں اسی لئے خدا نے نبیؐ کو مامور کیا کہ وہ علیؑ کی تربیت کریں تاکہ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کر سکیں۔

ابن عباس کا بیان ہے رسولؐ خدا نے فرمایا:

جب میں اپنے پروردگار کے سامنے راز و نیاز کے لئے کھڑا ہوا تو میرے خدا نے مجھے تعلیم دی اور اس نے جو بھی تعلیم دی میں نے علیؑ کو تعلیم کر دی پس علیؑ ہی میرے علم و دانش کا دروازہ ہیں۔ [1]

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت ــ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ [2] ــ ہم نے ہر چیز کا احصاء امام مبین میں کر دیا ہے، نازل ہوئی تو اصحاب نے رسولؐ خدا سے پوچھا امام مبین سے توریت یا انجیل یا قرآن مراد ہے؟ فرمایا: ان میں سے

---

[1] ینابیع المودۃ ص ۶۹ [2] پ ۲۲ یٰسین ۱۲ آیت ۱۲

www.kitabmart.in

کوئی مراد نہیں ہے اس کے بعد میرے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ وہ امام ہے کہ خداوند عالم نے ان کے وجود کو دانش و علوم سے سرشار فرمایا ہے۔[1]

حضرت علیؑ فرماتے ہیں :

رسولِ خدا ہر سال اپنے وقت کا تھوڑا سا حصہ غارِ حرا میں بسر کرتے تھے میرے علاوہ آپ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت اسلام میں رسولِ خدا کے گھرانہ کے علاوہ کوئی مسلمان گھرانہ نہیں تھا اور رسولؐ کے گھرانے میں آنحضرتؐ کے علاوہ جناب خدیجہ اور تیسری فرد میں تھا۔

میں وحی و رسالت کے نور کو دیکھتا تھا۔ بوئے نبوت کو سونگھتا تھا جب رسولؐ پر وحی نازل ہوئی تو شیطان کے چیخنے کی آواز میں نے سنی میں نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ یہ کیسی آواز تھی؟ فرمایا : شیطان کی آواز تھی جو اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ اے علیؑ جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو، جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو بس اتنا فرق ہے کہ تم نبی نہیں ہو میرے وزیر ہو اور نیک مرد ہو۔[2]

رسولِ خدا نے فرمایا : خدا علیؑ کو اپنے الطاف کا مرکز قرار دے، خدایا حق کو ادھر پھیر ادھر علیؑ پھریں۔[3]

---

[1] ینابیع المودۃ ص۔۔۔

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۷

[3] ترمذی ج ۵ ص ۲۹۶

www.kitabmart.in

غیب و شہود

"عالم غیب" "عالم شہود" کے مقابل میں ہے۔ جو چیز احساس انسان سے خارج ہو اور ظاہری طور سے ادراک کے قابل نہ ہو اس کو "عالم غیب" میں شمار کیا جاتا ہے مثلاً ہم کو قیامت کے احوال و اوضاع کا علم نہیں ہے اس دن کس طرح کا ثواب و عقاب ہوگا اس کی حقیقت کا ہم کو علم نہیں ہے۔ فرشتوں کا وجود کیونکر ہے حضرت باری تعالیٰ کی ذات و صفات سے ہم کو آگاہی نہیں ہے۔ ہمارے نہ جاننے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ سب بہت لطیف و چھوٹے اجسام ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے محدود ادراک سے یہ چیزیں کہیں بلند و بالا ہیں اور دائرۂ زمان و مکان سے خارج ہیں اس لئے ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ تو یہ سب چیزیں "عالم غیب" میں شمار ہوں گی۔

غیب کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں: غیب مطلق۔ غیب نسبی

۱۔ **غیب مطلق**: اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو ہر شخص کے لئے اور ہر زمانے میں غیب ہوں انسان کبھی اس کو اپنے حواس ظاہری سے ادراک ہی نہیں کر سکتا ہو جیسے ذات خدا۔

۲۔ **غیب نسبی**: اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو بعض کے لئے تو غیب ہیں لیکن بعض کے لئے شہود ہیں لیکن جو چیزیں انسان کے حواس پنجگانہ سے

www.kitabmart.in

ادراک کی جاسکیں انکو عالم شہود ہی سے شمار کرنا چاہیئے یعنی مشہود کا انسان کے حواسِ ظاہری کے احاطہ کے اندر محدود ہونا شہود کہلاتا ہے اس کے آثار اور اس کا مادہ اسی دنیائے شہود سے ہے کیونکہ حواس کے ذریعہ ان کا ادراک ممکن ہے بلکہ اگر کوئی چیز بہت چھوٹی یا ناچیز ہونے کی وجہ سے بغیر ذرہ بین کے نہ دیکھی جاسکے جیسے ایٹم، میکروبات، جراثیم، (وائرس) وغیرہ تب بھی اس کا شمار عالم شہود سے ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا حجم اتنا مختصر ہے کہ ہمارے حواس ان کا ادراک نہیں کرسکتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ ذرہ بین وغیرہ سے بھی یہ چیزیں نہ دکھائی دیں۔ بلکہ آلات کی مدد سے دیکھنا ممکن ہے اس لئے ان کا شمار عالم شہود ہی سے ہوگا۔

اسی طرح محققین کے وہ نئے نئے انکشافات جو اس جہانِ پُراسرار میں موجود ہیں جیسے قوت جاذبہ، ایکسرے لیزر ان کا بھی شمار "علم غیب" میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ حسب ظاہر ناقابل شناخت ہیں لیکن چونکہ ان حقائق کا علم طبعی اسباب و وسائل کی بنا پر ہو چکا ہے اور انکشاف کے بعد یہ راز لوگوں کے ہاتھوں میں آچکا ہے اس لئے اس کو علم غیب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہمارے محدود و مشخص حواس کے ناقص ادراک کا نتیجہ ہے جو اس حد تک چیزوں کی حقیقت کو طبعی طور سے ہمارے لئے روشن نہیں کرسکتا۔

●

بعض حیوانات کی قدرت احساس ہم سے بدرجہا زیادہ ہے چنانچہ بہت سی وہ چیزیں جو ہمارے لئے پوشیدہ ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں یا کسی دوسرے حواس سے اسکا ادراک کرسکتے ہیں حالانکہ ہم صرف ان کے آثار و نتائج ہی سے ان کے

www.kitabmart.in

وجود پر استدلال کر سکتے ہیں دیکھ نہیں سکتے۔

بنا بریں جہانِ غیب کی چیزوں کا تصور ہم صرف عقلی دلائل یا ان حضرات کے خبر دینے سے ہی کر سکتے ہیں جن کو عالم الغیب اور امورِ خفیہ پر پورا پورا تسلط ہے کیونکہ ہم عالمِ غیب کا احاطہ نہیں کر سکتے البتہ وہ مادی ظواہر جو ہمارے حواس سے متجانس ہیں یا علمی وسائل کے ذریعہ مخصوص شرائط کے ساتھ اور محدود دائرے میں ہمارے لئے ان کے بارے میں اطلاع حاصل کرنا ممکن ہے ان کا شمار عالمِ غیب میں نہیں ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ان حقائق کے بارے میں ہمیں تو کوئی علم نہیں ہے لیکن ہم ان کے بارے میں ان اشخاص کے واسطے سے علم حاصل کر سکتے ہیں جو ہماری ان امور تک ہدایت کر سکتے ہیں۔ اور انھیں غیبی خبر دینے والوں کی خبروں کی بنیاد پر ہم اپنا ایمان و اعتقاد بھی رکھ سکتے ہیں۔ اور اسی لئے ہم کہتے ہیں عالمِ غیب کا جتنا تصور ہمارے لئے ممکن ہے وہ صرف اسی قدر ہے جس کا تصور ہم کسی بھی علمی مفہوم کا خبروں کی بنا پر کر سکتے ہیں۔

ہم چونکہ اپنے محدود و ناقص وجود کے ساتھ عالمِ مادہ میں مقید ہیں اس لئے بہت سی غیر مادی اور غیر محسوس چیزیں ہمارے دائرۂ ادراک سے خارج رہتی ہیں اور بہت سے اسرار و رموز تک رسائی سے ہم محروم ہی رہتے ہیں غیب کی باتوں کو تو جانے دیجئے ہمارے پاس اس عالمِ محسوس کے ظواہر کے ادراک کے لئے کافی قدرت نہیں ہے حالانکہ یہ عالمِ محسوس بلا کسی قید و شرط کے ہمارے وجودِ مادی سے متجانس بھی ہے۔

اس لئے عالمِ وجود کی ہمارے لئے دو قسمیں ہیں ۱۔ ظاہر ۲۔ باطن (اسی کو غیب و شہود بھی کہتے ہیں) اور یہی غیر محسوس و مخفی امور جن کا ادراک ہمارے بس سے

www.kitabmart.in

باہر ہے۔ مالک کون و وجود، رب کائنات کے نزدیک ظاہر ہے۔

زمانۂ گذشتہ کا ہر واقعہ جو ہماری یادوں کے کندے پرے ہے، جس کا صفحۂ تاریخ میں بھی کوئی ذکر نہیں ہے جو ہم سے پوشیدہ و پنہاں ہے۔ وہ پیشگاہ پروردگار عالم میں حاضر و مشہود ہے۔

اسی طرح بہشت و دوزخ و قیامت جو آئندہ نامعلوم میں ہونے والے ہیں جن کی اس وقت کوئی تصویر بھی نہیں پیش کی جا سکتی خدائے قدیر کے سامنے حاضر ہیں جس خدا کی ذات کی کوئی حد متصور نہیں ہے اور نظام کائنات کا کوئی نقطہ اس کے وجود مقدس سے خالی نہیں ہے وہ ہر چیز سے آگاہ ہے اور تمام امور پر اطلاع تام رکھتا ہے۔

جن حادث پر ملیارد ہا سال گزر چکے یا ملیارد ہا سال اور گزر جائیں اسکے حاضر علم سے باہر نہیں ہیں۔ گذشتہ و آئندہ حوادث کی تسہیم ہمارے افق فکر اور ہمارے وجود محدود میں ہے۔ جو زمان و مکان کا پابند ہے چونکہ ہم ایک مادی ہیں اور فیزیک و نسبیت کے قانون کی بنا پر مادہ اپنے تکامل تدریجی اور تغیرات ہمیشگی میں زمان و مکان کا محتاج ہے لہٰذا ہم بھی زمان و مکان سے آزاد نہیں ہو سکتے۔

علم خدا بجمیع معنی النکرہ حضوری ہے جیسے خود ہم کو اپنا علم! یہ بھی حضوری ہے۔

ذات اقدس الٰہی کے سامنے گذشتہ و آئندہ کی تمام چیزیں بغیر کسی واسطے کے حاضر ہیں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: (خداوندا) تیرے سامنے ہر راز آشکار اور ہر پنہاں حاضر ہے۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۰۵)

یقیناً خدا اوقیانوسوں اور زمین و آسمان کے اندر موجود ایٹموں، عالم ہست و بود میں اربوں چھوٹے بڑے موجودات کی حرکتوں اور منزلوں، اور ہر چیز کے

www.kitabmart.in

ظاہر باطن سے آگاہ ہے اسکا علم اشیائے گذشتہ و اشیاء موجودہ اور حوادث فعلی کے احاطہ کامل پر منحصر نہیں ہے بلکہ وہ آئندہ کی چیزوں کا اسی طرح عالم ہے جس طرح موجودہ چیزوں کا۔

اگر ہم بھی ہر جگہ ہوتے اور کسی مخصوص نقطہ میں محدود نہ ہوتے تو تمام حقائق و جزئیات امور پر ہم بھی واقف ہوتے۔

علم خدا اور بندوں کے علم میں کوئی مشابہت نہیں ہے اور نہ ایک کا دوسرے پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ خدا کی دانائی کو اس کی مخلوق میں تحقیق کر کے جانا جاسکتا ہے انسانی علم خارجی معلوم کا محتاج ہوتا ہے۔ یعنی پہلے خارج میں کوئی معلوم ہو تب انسان کو اس کا علم ہو سکتا ہے لیکن خدا کے یہاں یہ بات نہیں ہے۔ اصولی طور پر خدا کے لئے کوئی شی غیب ہے ہی نہیں جو بھی ہے سب اسکے لئے حضور ہے۔

حواس ظاہری کے واسطے سے ہم چاہے جو بھی علم حاصل کریں اس کا شمار "غیب" میں نہیں ہوگا۔ البتہ جن علوم کے سیکھنے میں حواس پنجگانہ ظاہری کی احتیاج نہ ہو بلکہ دوسرے کسی طریقہ سے ہاتھ آئے وہ غیب میں شمار ہوگا۔

تمام موجودات و جہان مادی کے واقعات ایک ایسی دنیا سے نازل ہوتے ہیں جو اس سے کامل تر ہے۔ اور اس کا تحقق اس دنیائے نامحسوس میں ہے اگر انسان ظواہر اشیاء کو اپنے حواس کے ذریعہ ادراک کرے اور اس طرح عالم حقیقت پر مطلع ہو جائے تو اس کو غیب نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر پوشیدہ اشیاء کی حقیقت کو چشم باطن سے دیکھے اور ان کے کمال وجودی کے مراحل کو ملاحظہ کرے اور اس طرح ــــ حواس کی مداخلت کے بغیر ــــ ظواہر اشیاء کی حقیقت تک رسائی حاصل کرے تو اس قسم کے علم کو علم غیب میں شمار کیا جائے گا۔

www.kitabmart.in

قرآن مجید کا اعلان ہے : ۱۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ پ۲۸ س۵۹ (حشر) آیت ۲۲ ۔ "وہ پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے (اور) رحمٰن و رحیم ہے"۔

۲۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ پ۱۳ س (رعد) آیت ۹ (۱۰) پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے سب سے بزرگ اور سب سے اعلیٰ ہے"

۳۔ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ پ۲۴ س۳۹ (زمر) آیت ۴۶ "اے چھپی اور کھلی (چیزوں) کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے اختلافی معاملات میں فیصلہ کرنے والا ہے"

۴۔ اِنِّيْ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ پ۱ س۲ (بقرہ) آیت ۳۳ "میں زمین اور آسمانوں کے غیب سے واقف ہوں اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو چھپاتے ہو اس پر بھی مطلع ہوں۔

۵۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پ۲۸ س۶۲ (جمعہ) آیت ۸ ۔ "پھر تم کو ظاہر و باطن کے عالم کے حضور میں پیش کیا جائے گا اور تمہارے اعمال سے تم کو آگاہ کیا جائے گا"

۶۔ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ پ۷ س (انعام) آیت ۷۳ (۷۴) ظاہر و باطن کا عالم ہے اور حکیم خبیر ہے"

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے :

خدا ہر چیز کا عالم ہے لیکن ان اسباب و وسائل کے بغیر کہ اگر وہ فنا ہو جائیں تو علم بھی فنا ہو جائے۔ خدا اور اس کے معلومات کے درمیان علم نامی کوئی چیز امر زائد موجود نہیں ہے۔ صرف اسکی ذات مقدس ہے اور بس۔ (توحید صدوق)

www.kitabmart.in

یہیں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم غیب آیا صرف ذات پروردگار کے لئے مخصوص ہے؟ یا انسان بھی غیب کا عالم ہو سکتا ہے؟

کچھ حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ علم غیب صرف خدا کے لئے مخصوص ہے انکے نظریے کے مطابق انبیاء و بزرگان دین بھی علم غیب تک رسائی نہیں رکھتے۔ ان لوگوں نے اپنے نظریے پر چند ان آیتوں سے استدلال کیا ہے جن میں مبدء کمال نے مطلق علم غیب کو اپنی ذات کے مختصات میں شمار کیا ہے۔ اور جن میں انبیاء نے بطور قطع اپنے سے علم غیب کی نفی فرمائی ہے۔

اب آپ ان آیتوں کو پڑھیے۔ اور نتیجہ نکالئے:

۱۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۝ پ ۷ س (انعام) آیت ۵۹ "اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اور ان کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا"

۲۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ پ ۹ س (اعراف) آیت ۱۸۸ "اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر و خوبی اکٹھا کر لیتا اور خرابی تو مجھے چھو بھی نہ پاتی"

۳۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ ۝ پ ۱۲ س (ھود) آیت ۳۱ "اور میں تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں اپنے کو فرشتہ کہتا ہوں"

۴۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ پ ۲۰ س (النمل) آیت ۶۵ "(اے رسول) تم کہدو آسمان اور زمین میں خدا کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا اور نہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ

www.kitabmart.in

کس وقت اٹھائے جائیں گے

۵۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ

پ ۲۶ س (احقاف) آیت ۹۔ (اے رسول) کہدو میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

۶۔ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ پ ۱۰ س (توبہ) آیت ۱۰۱ اور بعض اہل مدینہ میں سے (بھی) نفاق پر اڑے ہوئے ہیں (اے رسول) تم ان کو نہیں جانتے۔

ان آیات کی روشنی میں خدا کے سوا کوئی انسان کیا کوئی نبی بھی غیب کا عالم نہیں ہو سکتا! انتہیٰ

اتنی بات تو بالکل صحیح ہے کہ خدائے واحد کے علاوہ غیب مطلق پر کوئی بھی آگاہ نہیں ہے اور علوم غیب کا انحصار صرف ذات باری میں ہے ـــــ رہے انبیاء تو ان کی برتری تمام مخلوق پر دوسرے اعتبار سے یقیناً مسلم ہے لیکن چونکہ انکی ذات بھی محدود ہوتی ہے اس لئے ذاتاً وہ بھی جہان غیب پر محیط نہیں ہو سکتے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی طے ہے کہ غیب کے دروازے انپر ہمیشہ کے لئے بند بھی نہیں ہیں کہ اگر خدا چاہے کہ ان کو غیب عطا کرے تب بھی وہ عالم غیب نہیں ہو سکتے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو خدا کا علیہ ہے اپنے لائق بندوں اور رسولوں کو دے سکتا ہے۔ پس ان کا علم غیب ذاتی و استقلالی نہیں ہو سکتا یہ علم الٰہی کا پرتو ہوتا ہے۔

یہ آیتیں بتا رہی ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ رسول تمام دنیا پر مسلط ہوتا ہے اور اس کے پاس ایسی قدرت ہوتی ہے جس کی بنا پر

www.kitabmart.in

ہر خیر و منفعت کو اپنے لئے مہیا کر سکتا ہے اور بڑی آسانی سے ہر بلا و نقصان کو اپنے سے دور کر سکتا ہے ۔۔۔ اس لئے خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ علی الاعلان لوگوں کو بتا دیجئے کہ میرے پاس ذاتی طور سے ایسی کوئی طاقت نہیں ہے بلکہ میرے پاس جو بھی طاقت و قوت ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے میرا علم بھی وحی و تعلیم الٰہی کے واسطے سے حاصل ہوا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین کے خزانے میرے قبضے میں ہوتے ۔ میں دنیا کا مالدار ترین شخص ہوتا مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہونچتا اپنی پیش بینی سے ہر بلا و مصیبت کو اپنے سے دور کر دیتا ۔

یہاں پر رسولؐ وحی و تعلیم الٰہی سے قطع نظر کرتے ہوئے اپنی ذاتی اطلاع و شخصی علم کی بنا پر امور مذکورہ کی نفی کر رہے ہیں لیکن یہی رسولؐ وحی الٰہی کے ساتھ دشمنوں کے ناپاک ارادوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اسی غیبی آگاہی کی بنا پر دشمنوں کے ختمی خطروں سے محفوظ ہو جاتے ہیں پس یہ آیتیں غیر خدا سے بطور مطلق علم غیب کی نفی پر دلالتیں نہیں کرتیں ۔ اور اسی کے ساتھ جن آیتوں میں صریحی طور سے پیغمبروں کے لئے علم غیب کا اثبات کیا گیا ہے ان سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اور جو یہ فرمایا ہے کہ : میں کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں ... الخ ۔ اس میں اس نکتہ کو بیان کرنا مقصود ہے کہ پیغمبر ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ علم الٰہی کے سہارے بغیر ان کے وجود سے علوم و دانش کے سوتے پھوٹتے ہیں جیسے دوسرے انبیاء کا علم بھی خود ان کا ذاتی نہیں ہوا کرتا ۔ وہ لوگ بھی وحی و تعلیم الٰہی کے بغیر اپنے اور دوسروں کے انجام سے ناواقف ہوتے تھے ویسے ہی میں بھی ہوں ۔ میں کوئی انوکھا تو نہیں ہوں

منافقین سے متعلق جو آیت ہے اس میں ظاہر ہے کہ نفاق کی ترین دشمن صرف عادی راستہ کو بند کر سکتی ہے لیکن غیر عادی اخبار سے مانع تو نہیں ہو سکتی ۔

www.kitabmart.in

آیت میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ عادی طریقوں سے تم ان کو نہیں جان سکتے نہ کہ غیر عادی ذرائع سے بھی نہیں جان سکتے ہو۔ غیر عادی سے مراد غیب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر صرف منافقین کو پہچانتے ہی نہ تھے بلکہ موقع پر موقع ان کے چہروں سے نقاب کشائی بھی کر دیتے تھے اور اپنے مخصوص اصحاب کو بتا بھی دیتے تھے۔ چنانچہ تاریخوں میں ہے حذیفہ یمانی کو رسولؐ نے منافقین کے نام بھی بتا دیے تھے۔ اور ایک خلیفہ دوم نے حذیفہ سے پوچھا بھی تھا کہ میرا نام تو منافقین میں نہیں ہے؟ مگر حذیفہ نے بتایا نہیں!

حضرت عمر نے نماز میت میں ہمیشہ حذیفہ کی روش پر عمل کیا۔ اگر حذیفہ کسی کی نماز میت میں شریک ہوتے تھے تو حضرت عمر بھی شریک ہو جاتے تھے۔ ورنہ اگر حذیفہ نہیں شرکت کرتے تھے تو حضرت عمر بھی نماز میت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔[1]

اصولی طور سے شناخت کے بغیر تکلیف ناممکن ہے۔ خدا اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کافروں اور منافقوں سے جنگ کیجئے اور ان کے خواہشات کی پیروی نہ کیجئے مثلاً: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ۔[2] اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔[3] کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو اور ایذا دینا چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۹۱

[2] پ ۱۰ س ۹ (توبہ) آیت ۷۳

[3] پ ۲۲ س ۳۳ (احزاب) آیت ۴۸

www.kitabmart.in

اب سوچیے کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اپنے رسول کو منافقین سے جنگ کا حکم دے لیکن رسول منافقوں کو پہچانتے ہی نہ ہوں؟ ایک طرف تو رسول سے کہے ان کی درخواست پر توجہ نہ کرو اور دوسری طرف آخری عمر تک رسول ان کو پہچانتے ہی نہ ہوں کیا یہ ممکن ہے؟ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ منافقین کی عدم شناخت موقتی تھی دائمی نہیں تھی۔ [1]

اب یہاں سے ان آیات کو ملاحظہ فرمائیے جو غیر خدا کے لئے علم غیب کا اثبات کرتی ہیں:

۱. وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ پ۴ س (آل عمران) آیت ۱۷۹، "خدا تم کو غیب کی باتوں سے آگاہ نہیں کرے گا البتہ خدا اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے اسکو (غیب کے لئے) منتخب کر لیتا ہے۔

۲. ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ پ۳ س (آل عمران) آیت ۴۴۔
"(اے رسول) یہ غیبی اخبار میں جن کی وحی ہم تم کو کر رہے ہیں"

۳. عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ پ۲۹ س (جن) آیت ۲۶۔۲۷۔ (خدا ہی) عالم غیب ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے کہ اس کے آگے اور پیچھے (فرشتوں کو) نگہبان مقرر کر دیا ہے"۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے غیب کا ذاتاً مالک حقیقی خدا ہے اور وہ اپنے

---

[1] آگاہی سوم ص ۱۸۴

www.kitabmart.in

غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں اس کے وہ بندے جو اسکے پسندیدہ ہوں (یعنی انبیائے کرام) انکو مطلع کرتا ہے اور انکے لئے نگراں بھی معین کرتا ہے ——— اور یہ قرآن جبرئیل کا کلام ہے جو بہت طاقتور فرشتہ ہے۔ اور صاحب عرش کے نزدیک ہی رہتا ہے فرشتوں کا کمانڈر انچیف ہونے کے ساتھ وحی الٰہی کا امین ہے اور تمہارا رسول (یعنی محمدؐ) دیوانہ نہیں ہے۔ اس نے جبرئیل کو مشرق کے افق اعلیٰ میں دیکھا ہے۔ اور یہ غیب کے سلسلے میں تخیل بھی نہیں ہے۔ اگر مصلحت ہو تو تم کو بھی غیب بتا سکتا ہے۔

یہاں پر اثبات غیب کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ رسولؐ غیب بتانے میں بخیل بھی نہیں ہے۔

جب ان دونوں قسموں کی آیتوں کو ایک دوسرے کے پہلو میں رکھا جائے تو خود ایسے شواہد و قرائن ان آیتوں میں مل جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں قسموں میں تضاد نہیں ہے۔ بلکہ پہلی قسم کی آیتوں میں غیب ذاتی و استقلالی کی نفی ہے اور دوسری قسم میں غیب نسبی کا ثبوت ہے۔ یعنی خدا اپنے جس رسولؐ کو چاہے غیب عطا کر سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ انبیا کو جو غیب دیا جاتا ہے انکی معنوی و روحانی ظرفیت کی مناسبت سے دیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں انبیاء کے رشد فکری و نفسانی کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور جو لوگ انبیاء اور ائمہ کے بارے میں علم غیب کے مدعی ہیں ان کا بھی مطلب غیب ذاتی و استقلالی نہیں ہے۔ اس طرح آیات کی دو قسموں ——— پہلی قسم جس میں غیب کی نفی کی گئی ہے اور دوسری قسم جس میں غیب کا اثبات کیا گیا ہے ——— میں رفع تضاد مکمل طور سے واضح ہو جاتا ہے۔

●

www.kitabmart.in

اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو رسالت الٰہی کا دعویٰ علم غیب و آگاہی از وحی کے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ بالکل ہی بے معنی سی بات ہے کہ نبی ایک طرف تو دعوائے نبوت کرے اور دوسری طرف اپنے سے علم غیب کی نفی کرے۔ اور قرآن نے جو انبیاء سے علم غیب کی نفی کی ہے اسکا مطلب جاہلیت کے طرز فکر کی تغلیط تھی کیونکہ انکو کا خیال تھا کہ انبیاء انسانی خصوصیات سے مبرا ہوتے ہیں اور ایسی علمی صلاحیت رکھتے ہیں جو کائنات ہستی میں کسی کو میسر نہیں ہے اور وہ اپنی لامحدود طاقت و قوت کے بل بوتے پر ان سے جس بات کی خواہش کی جائے فوراً پوری کر دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں انبیاء کیلئے ایسے عقیدے رکھنے کا مطلب انکے لئے بعنوان موجود فوق بشر پرستش کے راستے کھولنا تھے۔ اس لئے قرآن نے اس قسم کے عقائد کی تردید کر دی۔ اور انکی ذہنیتوں کو حقیقت کے قبول کر لینے پر آمادہ کرنے کیلئے یہ اعلان کرانا ضروری سمجھا کہ انبیاء بھی عام انسانوں کی طرح کھاتے ہیں راستہ چلتے ہیں آرام کرتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود ان کا اہم امتیاز یہ ہے کہ بواسطہ وحی پیام الٰہی کو حاصل کرتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو پہونچاتے ہیں۔

قرآن کا مقصد یہ ہے کہ ایک طرف رسالت انبیاء کی حقانیت ثابت کرے اور دوسری طرف باطل نظریات کو ختم کر دے تاکہ انسان شرک سے محفوظ رہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ

www.kitabmart.in

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (پ ۱۵، بنی اسرائیل آیت ۹۰ — ۹۳)

"اور انھوں نے کہا ہم تم پر اسوقت ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دو یا تمھارے لئے خاص کر کھجوروں اور انگوروں کا ایسا باغ نہ ہو جس کے اندر تم زمین کھود کر چشمہ نہ جاری کر دو (اور) یا پھر اپنے خیال کے مطابق ہمارے اوپر آسمان کا ایک ٹکڑا نہ گرا دو یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لاکر کھڑا نہ کر دو یا تمھارے پاس سونے کا محل نہ ہو یا تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ اور ہم تمھارے اس جانے پر بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک ایسی کتاب نہ اتار دو جس کو ہم پڑھیں تم کہدو میرا خدا ان باتوں سے مبرا ہے اور میں تو صرف ایک رسول ہوں" ــــ اسی طرح لوگ کہتے تھے: یہ رسول کھانا کیوں کھاتا ہے بازار میں کیوں چلتا ہے، اس پر کیوں ظاہری طور سے فرشتہ نہیں اترتا تاکہ اسکی سچائی کا گواہ ہو۔ یا اس رسول کے پاس خزانہ کیوں نہیں ہے یا اس کے پاس باغ کیوں نہیں ہے کہ اسکے پھلوں کو کھایا کرے۔" (سورہ فرقان آیت ۷ — ۸)

آپ نے دیکھا جاہلی زمانہ کے انسانوں کا یہ طرز فکر تھا!

www.kitabmart.in

کیا امام دنیائے غیب سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے؟

افرادِ بشر میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کیلئے الہام و اشراق کی مدد سے علمِ غیب کے دریچے کھل جاتے ہیں اور بہت سے پوشیدہ حقائق پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ استدلال و تفکر و قوتِ عقل کے اعمال سے وہ کبھی اس منزل تک نہیں پہونچ سکتے تھے۔

اشراق و الہام کے اس قسم کا تعقلی اور غیر حسی ادراک حقیقت شناسی کا ایک راستہ ہے جو محدود دماغ بینی کے پیشِ نظر تو قابلِ توجیہ نہیں ہے لیکن اصولِ علمی کے اعتبار سے ناقابلِ انکار ہے۔

ڈاکٹر الکسیس کارل ــــ Dr. ELECSES, COROL ــــ جو بہت مشہور عالم ہیں وہ الہام و ادراک عرفانی کیلئے ایک خاص منزلت کے قائل ہیں۔ اور اسکی قدر و قیمت پر پختہ یقین رکھتے ہیں اس کو ایک استثنائی علیہ خیال کرتے ہیں چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :

جو لوگ ابلغہ ہوتے ہیں وہ طاقتِ مطالعہ اور ادراکِ قضایا کے علاوہ دیگر بعض خصوصیات مثلاً الہام و اشراق کے حامل ہوتے ہیں۔ جو چیزیں دوسروں پر پوشیدہ ہیں یہ لوگ اشراق کے ذریعہ اس پر مطلع ہو جاتے ہیں، مجہول اور جن قضایا کے درمیان

www.kitabmart.in

بظاہر کوئی رابطہ و ارتباط نہیں ہے یہ اس کے اندر مجہول روابط کو دیکھ لیتے ہیں، مجہول خبروں کو اپنی ذہانت سے حاصل کر لیتے ہیں۔ اس قسم کے روشن بین تجربات حواس کے سہارے بغیر دوسروں کے افکار کو پڑھ لیتے ہیں۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد اور ان سے پرے ہونیوالے حوادث کو کم و بیش دیکھ لیتے ہیں اور بعض چیزوں اور واقعات کے بارے میں ایسی خبریں دیتے ہیں جو حواس سے حاصل شدہ خبروں سے زیادہ قابل اطمینان ہوتی ہیں۔

روشن فکر افراد کیلئے دوسروں کے چہروں کو دیکھ کر کچھ بیان کر دینے سے زیادہ آسان بات دوسروں کے افکار کو پڑھ لینا ہے۔ کیونکہ چہرہ دیکھ کر شعور میں پیدا ہونے والے افکار کو نہیں بیان کیا جا سکتا کیونکہ آدمی جس چیز کو نہیں دیکھتا اس کے لئے جستجو بھی نہیں کرتا۔

بہت سے ایسے بھی افراد ہیں جو عالم حالات میں روشن فکر نہیں ہیں لیکن انھوں نے اپنی پوری زندگی میں ایک دو مرتبہ اس قسم کے ارتباطات (یعنی قلبی و روحانی رابطہ) کا تجربہ کیا ہے۔ اور یہ چیز عالم خارج کی معرفت جس کے علاوہ دوسرے اور ذرائع سے بھی ممکن ہے۔ اور یہ بات بھی ناقابل تردید ہے کہ دنیا ایسے بشر جن میں ڈائرکٹ کوئی رابطہ نہ ہو ہم اپنی قوت فکر کے ذریعہ نہیں رابطہ کو سوچ سکتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ فکری دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ اور ہمارے اوپر واجب ہے کہ علم متاپسیشک میں جن امور سے بحث کی جاتی ہے انکو قبول کریں کیونکہ اس علم کے اندر وجود انسانی کے ان پہلوؤں اور حقائق سے بحث کی جاتی ہے جو ابھی تک ہمارے لئے مجہول ہیں اور ہو سکتا ہے آگے چل کر یہ علم بعض لوگوں میں جو فوق العادۃ روشن فکری ہوتی ہے اسکو بیان کر سکے۔[1]

---

[1] انسان موجود ناشناختہ ص ۱۳۵ اور اسکے بعد

www.kitabmart.in

اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ روح انسانی کیلئے (اعضاء کے علاوہ) ایک یا کئی ایسے راستے ہوں جس سے وہ عالم خارجی سے رابطہ پیدا کر سکتی ہو اور وہ راستے حسی و عقلانی ادراک کے علاوہ ہوں۔ اور محققین اپنی تحقیقات کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ انسان کا امور غیبی پر مطلع ہونا نہ صرف یہ کہ ممکن امر ہے بلکہ ثابت شدہ چیز ہے۔

●

یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ انسان عالم خواب میں خارجی دنیا سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اور کچھ جدید اطلاع بھی فراہم کر لیتا ہے تو پھر اس میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ اسکی روحانی و باطنی طاقت عالم بیداری میں بھی ایسے کرشمے دکھا سکے اور پروردگار نے اپنے بندوں کیلئے یہ دریچہ اسی لئے کھول رکھا ہو تاکہ اس کے بندے کچھ پوشیدہ حقائق معلوم کر سکیں۔

جب عام انسان کیلئے یہ خدائی عطیہ ہے کہ وہ اپنی روحانی طاقت سے غیب کی باتوں پر مطلع ہو سکے تو پھر وہ کامل و اکمل حضرات جیسے انبیاء و اولیاء کیونکر امور غیبی پر مطلع نہیں ہو سکتے؟

علوم آئمہ کا سب سے عمدہ طریقہ وہ الہام ہے جو خدا کے حکم سے ان حضرات پر ہوا کرتا ہے اور یہ حضرات عالم غیب سے رابطہ پیدا کر کے بہت سے حقائق و واقعات پر اطلاع حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بہت سی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ برگزیدگان خدا عالم غیب سے (جب چاہیں) رابطہ پیدا کر سکتے ہیں اور اس طرح مخفی حقائق اور اسرار و رموز پر مطلع ہو سکتے ہیں ــــ اور جہاں غیب سے آئمہ پر جو الہامات ہوتے ہیں وہ وحی الٰہی کے مساوا ہوتے ہیں کیونکہ جو الہامات ان حضرات پر کئے جاتے ہیں ان میں یہ فرشتہ وحی (جبرئیل) کو نہیں دیکھتے ــــ اگر یہ

www.kitabmart.in

الہامات از قسم وحی ہوتے تو یہ حضرات جبرئیل کو بھی دیکھتے ہم ـــــ البتہ جن حقائق پر ان کو مطلع کیا جاتا ہے اس سے ان کے ادراکات کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اور انکی علمی طاقت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

البتہ آئمہؑ کا علم غیب سے جو ارتباط ہوتا ہے وہ بطور اطلاع ـــــ بغیر کسی قید و بند کے ـــــ نہیں ہوتا۔ بلکہ انکے ارتباط کی ایک حد معین ہوتی ہے اور ایک مخصوص چوکھٹے کے اندر ہی اندر ہوتا ہے۔ اور یہ حد بندی خود خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ حضرات اپنے محدود علم اور خدا کی مدد کے محتاج ہونے کی وجہ سے مطلق غیب کو نہیں جانتے کیونکہ مطلق غیب کا عالم صرف خدا ہوتا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ لیکن چونکہ یہ حضرات اپنے زمانے کے کامل ترین انسان ہوتے ہیں اور اسماء و صفات الٰہی کے مظہر تام ہوتے ہیں اور انکی نورانیت درجہ کمال پر ہوتی ہے اس لئے جب یہ عالم غیب کیطرف متوجہ ہوتے ہیں تو عالم غیب و شہود کا مالک خدا کچھ غیبی مسائل اور حقائق کا نات انکے اختیار میں دیدیتا ہے۔ اور انکے علوم میں گہرائی پیدا کرنے کیلئے عالم غیب کا دریچہ ان کے لئے کھول دیتا ہے۔

لہٰذا ان حضرات کا عالم غیب سے اتصال و ارتباط پیدا کرنا بطور استقلال انکے لئے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں لطف پروردگار بھی شامل ہے اور جن روایات میں آئمہؑ نے اپنے سے علم غیب کی نفی کی ہے ان کا بھی مطلب یہی ہے کہ یہ حضرات بطور استقلال عالم غیب نہیں ہیں اور انکے پاس جو علم غیب ہے وہ خدا کی مرضی کے بغیر نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حضرات علم غیب جانتے ہی نہیں ..!

امام محمد باقرؑ کے ایک صحابی ـــــ جنکا نام حمران تھا ـــــ نے امامؑ سے پوچھا : عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا کا کیا مطلب ہے؟ سائل کی بات تمام ہونے

www.kitabmart.in

سے پہلے امامؑ نے فرمایا: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (پ ۲۹ سورہ جن آیت ۲۶)

نوٹ۔ سائل نے جو آیت پڑھی اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ امامؑ نے آیت کا اگلا حصہ پڑھ دیا: لیکن جس رسول کو پسند کرلے اسکو غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ انتہی۔

اسکے بعد امامؑ نے فوراً فرمایا: خدا کی قسم محمدؐ وہ رسول تھے جو خدا کے پسندیدہ تھے۔ اور خدا کے اس قول "عالم الغیب" کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بندوں پر پوشیدہ ہیں ان چیزوں کے خلق کرنے سے پہلے اور فرشتوں تک پہونچنے سے پہلے خدا مرحلۂ قضاء و قدر میں ان چیزوں سے واقف تھا۔ اے حمران یہ وہی علم ہے جو ذات پروردگار عالم کیلئے مخصوص ہے کہ اگر اس کا ارادہ ان چیزوں سے متعلق ہو تو ان کو پیدا کرتا ہے۔ اور نہ متعلق ہو تو نہیں پیدا کرتا۔ لیکن جو علم مرحلۂ قضاء و قدر میں پہونچ چکا ہے وہ رسولؐ خدا پر القاء کیا جا چکا ہے اور ان سے ہم تک پہونچا ہے۔ [1]

●

قرآن بڑی صراحت کے ساتھ اعلان کر رہا ہے کہ خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو (جیسے انبیائے کرام) مختلف دور میں علم غیب سے مطلع کرتا ہے تو پھر آئمہ معصومین بھی عنایت و اعانت پروردگار عالم سے بوقت ضرورت جہان غیب سے رابطہ پیدا کر سکتے ہیں اور ضروری اطلاع فراہم کر سکتے ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ آئمہؑ اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی اپنی باطنی طاقت سے استفادہ کرتے تھے اور جہان غیب سے اتصال رکھتے تھے۔ اور اپنے تمام کاموں میں علم غیب کا سہارا لیتے تھے کیونکہ خدا کا بنیادی

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۵۶

www.kitabmart.in

مقصد یہ ہے کہ رسولوں و امام کو بصورت بشر مبعوث کرے اور انکی روزمرہ کی زندگی بالکل اسی طرح کی ہو جیسے عام انسانوں کی ہوتی ہے۔ اور اسی پر دگر امر کے پیش نظر یہ حضرات ظاہری طور سے تمام امور انجام دیتے تھے۔ اپنے اصحاب سے مشورے کیا کرتے تھے ملتے جلتے تھے بازاروں میں چلتے تھے کسب معاش کرتے تھے یعنی عام انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور دوسرے افراد کی طرح شرعی تکالیف کے پابند تھے اسی لئے معاشرے میں تعلیم و تعلم میں، مخلوق کو ہدایت کرنے میں، وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جو عام لوگوں کا ہوتا تھا تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ بھی ہماری طرح کے ہیں اگر ایسا نہ کرتے تو لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ تھا۔

ایک اور نکتہ کی طرف آپکی توجہ مبذول کرادوں کہ آئمہؑ کے غیب جاننے ــــ مثلاً کسی چیز کے ہونے سے پہلے اسکی اطلاع رکھنا، یا فلاں بات یقیناً ہو کے رہے گی ــــ کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان حضرات کا علم اس میں موثر ہے بایں معنی کہ اگر یہ نہ جانتے ہوتے تو فلاں واقعہ نہ ہوتا ان کے علم کی وجہ سے فلاں بات ہوئی جیسے ڈاکٹر کا علم مریض کے مرنے کے سلسلہ میں موثر نہیں ہوتا یعنی مریض کی موت آئی ہے تو وہ مرے گا خواہ ڈاکٹر کو علم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے خیام کا یہ کہنا ؎ اگر مے نخورم علم خدا چیں شود ا مرف بکو اس ہے یہ اس وقت درست ہوتا جب علم خدا موثر ہوتا۔ مترجم ــــ

امام کا یہ جاننا کہ فلاں شخص اپنے ارادے و اختیار سے فلاں کام کرے گا اس شخص کے ارادہ و اختیار میں کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کا شمار روکنے والے عوامل میں ہوگا کہ انسان سے اس کی آزادی عمل کو سلب کرلے۔ اور آئمہؑ کی تکلیف کا تعلق عادی و عام طریقوں سے ہوتا ہے نہ کہ غیبی معلومات کی بنا پر یعنی غیبی معلومات قضائے مبرم کی اطلاع یہ سب حادثات کی خبر دیتا ہے اس سے کوئی شرعی تکلیف ثابت نہیں ہوتی۔

www.kitabmart.in

اور یہ غیب کی خبر دینا نہ کوئی امر ہے نہ نہی ہے۔

ایک امام کے صحابی کا بیان ہے کہ اہل فارس میں سے ایک شخص نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: کیا آپ حضرات غیب جانتے ہیں؟ امامؑ نے اسکے جواب میں کہا: امام باقرؑ نے فرمایا ہے: کبھی علم غیب ہمارے اختیار میں ہوتا ہے تو ہم جانتے ہیں اور کبھی ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا تو ہم نہیں جانتے۔ خداوند عالم نے کچھ اسرار جبرئیل کے حوالے کئے جبرئیل نے رسولخدا کو اسکی اطلاع دی۔ اور رسولخدا نے جس کو چاہا اسکو آگاہ کر دیا۔ [1]

ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: جس طرح حضرت ابراہیم نے ملکوت آسمان و زمین کا مشاہدہ کیا تھا کیا حضرت رسولؐ نے بھی مشاہدہ فرمایا تھا؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں رسولؐ نے بھی مشاہدہ کیا اور تمہارے امامؑ نے بھی۔ [2]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اگر امام کسی چیز پر اطلاع حاصل کرنا چاہتا ہے تو خدا اسکو آگاہ کر دیتا ہے۔ [3] ہم اولوالامر علم خدا کے خزانہ دار اور وحی خدا کے محل اسرار ہیں۔ [4] خدا کی شان اس سے کہیں بزرگ ہے کہ جس کے ذریعہ اپنے بندوں پر حجت تمام کرتا ہے۔ اسی پر زمین و آسمان کی خبروں کو پوشیدہ رکھے۔ [5]

اگر جناب موسیٰ و خضر کے درمیان میں ہوتا تو میں انکو بتاتا کہ میں تمہاری سے زیادہ عالم ہوں اور ایسے امور بیان کرتا جس کو وہ نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ یہ حضرات

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۵۶
[2] بحار ج ۲۶ ص ۱۱۵
[3] اصول کافی ج ۲ ص ۲۵۸
[4] اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۲
[5] بحار ج ۲۶ ص ۱۱۰

www.kitabmart.in

صرف ماضی کے حالات جانتے تھے اور حال کے، اور قیامت تک ہونیوالے حالات سے آگاہ نہیں تھے۔ لیکن انکو رسولخدا کا علم میراث میں ملا ہے۔ [1]

خدا کی قسم مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اتنے میں ایک صحابی نے پوچھا: کیا آپ علم غیب جانتے ہیں؟ فرمایا: تجھ پر وائے ہو ارے میں تو ان لطفوں سے بھی آگاہ ہوں جو ابھی رحم مادر اور پشت پدر میں ہیں۔ تمکو کیوں پروائے ہو اپنے سینوں میں وسعت پیدا کرو، تاکہ تمہاری آنکھیں بینا ہوں تمہارے دل سائل کا ادراک کر سکیں۔ ہم مخلوق خدا کے درمیان حجت خدا ہیں۔ لیکن ان حقائق کا تحمل وہی مومن کر سکتا ہے جسکا ایمان تہامہ جیسے پہاڑ کی طرح محکم و مضبوط ہو۔ خدا کی قسم اگر ہم چاہیں تو تہامہ پہاڑ کے سنگریزوں کی تعداد تمکو بتا سکتے ہیں۔ (سنو) ہر شب و روز یہ سنگریزے اسی طرح انکی تعداد بڑھتی ہے جیسے انسانوں کے یہاں اولاد ہوتی ہے۔ خدا کی قسم میرے بعد ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگو گے یہاں تک کہ تمہارا ایک گروہ دوسرے کو تباہ و برباد کر دے گا۔ [2]

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

حضرت علیؑ سے رسولخدا کے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: رسولخدا کے پاس تمام انبیاء کا علم تھا اور ماکان و مایکون کا علم تھا پھر اضافہ فرماتے ہوئے فرمایا: بس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے رسولخدا کا علم میرے پاس ہے گذشتہ اور قیامت تک ہونیوالی چیزوں کا میرے پاس علم ہے۔ [3]

حضرتؑ ہی کا قول ہے:

---

[1] کافی ج ۱ ص ۱۳۱ [2] بحار ج ۲۶ ص ۳۷ [3] بحار ج ۲۶ ص ۱۰۰

www.kitabmart.in

مجھے اس گروہ پر تعجب ہے جو ہماری امامت کے قائل ہیں اور مانتے ہیں کہ ہماری اطاعت عین اطاعت خدا اور رسولؐ کی طرح واجب ہے۔ لیکن اپنی دلیل کو خود توڑ دیتے ہیں اور اپنے بیمار دلوں کے باعث اپنی ہی دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ ہمارے حق کو کم سمجھتے ہیں جو لوگ ہمارے حق سے واقف نہیں ان پر اعتراضات کرتے ہیں کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ خدا اپنے بندوں کو ہماری اطاعت کا حکم تو دیتا ہے لیکن زمین و آسمان کی خبروں کو ہم سے مخفی رکھتا ہے۔ اور بندوں کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ چیزیں ہمکو نہیں بتاتا۔

امام جعفر صادقؑ حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

خداوند عالم نے ہمکو تو ایسی خصوصیتیں عطا کی ہیں جو رسولؐ اکرم کے علاوہ کسی کو نہیں عطا فرمایا۔ علوم کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے، موت، بلاؤں، نسبوں، فصل خطاب کی ہمکو تعلیم دی، (فصل خطاب سے مراد حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز) حکم سے ملکوت الٰہی میں نظر کی، گذشتہ و آئندہ کے حالات و واقعات کا ہمکو علم دیا، خدا نے لوگوں کے دین کو ہماری ولایت کی وجہ سے کامل کیا اور ان پر نعمتوں کو تمام کیا اور انکے اسلام کو پسند کیا کیونکہ میری ولایت کے دن رسولؐ کو حکم دیا: لوگوں کو بتادو آج میں نے ان کے دین کو کامل کر دیا اور ان پر نعمتوں کو تمام کر دیا اور ان کے اسلام کو پسندیدہ قرار دیا یہ سب میرے اوپر خدا کا کرم ہے پس تمام سپاس و ستائش اسی کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ [1]

●

اہلسنت کے بہت بڑے عالم ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں:

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۶۳ [2] بحار ج ۲۶ ص ۱۳۱

www.kitabmart.in

حضرت علیؑ نے جو یہ فرمایا ۔ آئندہ کے بارے میں مجھ سے جو بھی پوچھو میں بتا دونگا ۔ اسکا مطلب نہ تو خدائی کا دعویٰ ہے نہ رسالت کا دعویٰ ہے ۔ بلکہ حضرت علیؑ کا مقصد یہ ہے کہ میں جو یہ غیب کی باتیں بتا رہا ہوں انکو رسولخدا سے سیکھا ہے اس کے بعد ابن ابی الحدید اضافہ کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی طرف سے جو غیبی خبریں پہونچی ہیں ہم انکا امتحان کیا اور تمام کی تمام خبریں حقیقت کے مطابق تھیں اور حضرت علیؑ کی خبروں کا واقع کے مطابق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو غیب کا علم تھا ۔ اور اسی لئے آپ فرماتے تھے کہ : اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں آئندہ کے حالات سے واقف ہوں مجھ سے جو بھی پوچھو اس سے آگاہ کروں گا ۔ (ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰)

میثم تمار کا قصہ تو بہت ہی مشہور ہے : تاریخوں میں ہے کہ ایک دن بہت بڑے مجمع میں حضرت علیؑ نے میثم تمار ۔ یہ حضرت علیؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے ۔ کو مخاطب کر کے انکو انکی زندگی کی غم بھری داستان اسطرح سنائی :

اے میثم میرے بعد تم گرفتار کئے جاؤ گے تم کو سولی دی جائیگی اس واقعہ کے دوسرے دن تمہارے دانتوں اور ناک کے خون سے تمہاری ڈاڑھی رنگین ہوگی تیسرے دن نیزے کی شدید ضرب سے جو تم پر لگائی جائیگی شہید ہو جاؤ گے ۔ اس دن کا انتظار کرو جس جگہ یہ واقعہ تم پر گذرے گا وہ عمرو بن حریث کے گھر کے قریب ہوگی ۔ تم دسویں وہ آدمی ہو گے جو اسطرح جان دو گے بس اتنا فرق ہوگا جس لکڑی پر تمکو سولی دی جائیگی وہ اوروں کے مقابلے میں چھوٹی ہوگی جس درخت پر تمہارا ماجرا ختم ہوگا میں اسکو تمہیں دکھا دونگا ۔ دو دن کے بعد اس درخت خرما کو میثم کو لیجا کر دکھا بھی دیا :

میثم دن کے وقت کبھی اس درخت کے سائے میں پناہ لیتے تھے اور اس وسیع و پرسکون جگہ پر اپنے معبود کی عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے ۔ اور تھوڑی دیر

www.kitabmart.in

کیلئے درخت کیطرف متوجہ ہوکر کہتے تھے: خدا تجھے برکت دے کہ مجھے تیرے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور تو میرے لئے اگا ہے۔

اور جب کبھی عمرو بن حریث سے ملاقات ہو جاتی تھی تو کہتے تھے: میری ہمسائگی کا خیال رکھنا لیکن عمرو میثم کا مطلب نہ سمجھ کر تعجب سے پوچھتے تھے: کیا آپ ابن مسعود والا مکان خرید رہے ہیں؟ یا ابن حکم والا؟

دن گزرتے رہے حضرت علیؑ کی شہادت ہوگئی ایک دن میثم کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے حوالے کر دیا گیا۔ اور میثم جو خلوص و محبت حضرت علیؑ سے رکھتے تھے ابن زیاد کے گوش گزار کر دیا گیا اور ابن زیاد جو ہمیشہ سے آل علیؑ کی محبت میں جلنے والے چراغوں کو خاموش کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اپنی طاقت کے نشہ میں چور ہو کر میثم کو مخاطب کر کے پوچھتا ہے۔

ابن زیاد : تمہارا خدا کہاں ہے؟

میثم : بہت ہی سکون و اطمینان سے کہتے ہیں: ظالموں کی ناک میں ہے۔

ابن زیاد : میں نے سنا ہے علیؑ نے تجھ کو تمہاری سرنوشت سے آگاہ کر دیا ہے؟

میثم : ہاں خبر دیدی ہے۔

ابن زیاد : بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرونگا؟

میثم : میرے مولا نے کہا ہے کہ تو مجھے سولی دے گا اور میں دسواں آدمی ہونگا جو سولی پر چڑھایا جاؤنگا اور میرے سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہوگی۔

ابن زیاد : (غصہ سے) علیؑ نے جو کچھ کہا ہے میں اسکے خلاف کرونگا۔

میثم : تم حضرت علیؑ کی مخالفت کیونکر کر سکتے ہو؟ اسلئے کہ رسولخدا نے

www.kitabmart.in

حضرت علیؑ کو میرے ماجرا سے آگاہ کیا تھا اور جبرئیل نے رسولِ خدا کو بتایا تھا اور خدا نے جبرئیل کو خبر دی تھی۔ میں تو دار کے اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں پر سولی دی جائیگی اور میں پہلا مسلمان ہوں کہ میری زبان کو لگام لگائی جائیگی۔

ابن زیاد نے حکم دیا میثم کو قید خانہ میں ڈالدو۔ میثم نے قید خانہ میں پہونچکر مختار سے رابطہ قائم کرلیا اور مختار سے کہا تم قید خانہ سے آزاد ہوجاؤ گے اور امام حسینؑ کے خون بدلا لینے کیلئے قیام کرو گے اور ابن زیاد کو قتل کرو گے۔

زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ مختار قید سے رہا ہوگئے میثم کو ابن زیاد کے پاس لیجایا گیا اس نے حکم دیا کہ عمرو بن حریث کے مکان کے پاس جو درخت خرما ہے وہاں پر میثم کو سولی پر لٹکا دیا جائے اب عمرو بن حریث کو میثم کی گفتگو یاد آئی اور میثم کا مطلب سمجھے اسی لیے عمرو نے اپنے خادم کو حکم دیا ہر شب درخت کے نیچے صفائی کرو اور چراغ جلایا کرو۔

جتنے گھنٹوں میثم دار پر چڑھے رہے لوگ انکے گرد جمع ہوجاتے تھے اور میثم سے فضائل و مناقب اہلبیت سنا کرتے تھے کیونکہ علیؑ کی محبت میثم کی گھٹی میں پڑی تھی۔ ابن زیاد کو خبر دی گئی میثم نے دار سے تیری عزت لے لی اور تجھ کو ذلیل و خوار کردیا ابن زیاد نے غصہ سے حکم دیا میثم کی زبان کو لگام لگادو تاکہ وہ کوئی بات نہ کرسکیں۔

میثم کا قصہ حضرت علیؑ کی پیشگوئی کے مطابق انجام پاتا رہا۔ دوسرے دن میثم کا جسم مقدس دار پر تھا کہ ناک و منہ سے خون بہنے لگا اور پھر تمام رنج و غم کو برداشت کرتے ہوئے ظالموں نے میثم کے بدن پر ایسا نیزہ مارا جس سے انکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور اسطرح حضرت علیؑ کا قول سچا ثابت ہوا (ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۹۱)

www.kitabmart.in

خاتمۂ جنگ جمل اور فتح بصرہ کے بعد حضرت علیؑ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا :
"خدا کی قسم تمہارا شہر ڈوب جائیگا اور تمہاری مسجد سفینہ کشتی کی طرح پانی سے نکلی ہوگی خداوند عالم اس شہر بصرہ پر نیچے اور اوپر سے عذاب نازل کریگا"

ابن ابی الحدید نے ان کلمات کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے : اب تک بصرہ شہر دو مرتبہ ڈوب چکا ہے ایک مرتبہ "القادر باللہ" کے دوران حکومت میں یہ شہر خلیج فارس میں طغیانی آجانے کی وجہ سے پورا ڈوب گیا تھا۔ صرف جامع مسجد کا تھوڑا سا حصہ پانی کے اوپر دکھائی دے رہا تھا جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ اور دونوں مرتبہ تمام مکانات خراب ہو گئے تھے اور بہت سے لوگ موت کی آغوش میں سو گئے تھے۔ [1]

امام حسنؑ نے جعدہ کے ذریعہ زہر دینے کا واقعہ خود ہی بتا دیا تھا اور امام حسینؑ سے بھی فرمایا تھا : تیس ہزار لوگ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہونگے اے حسینؑ تمہارے قتل اور تمہاری اولاد و خاندان کو گرفتار کرنے کیلئے جمع ہو جائیں گے۔ [2]

بنی ہاشم نے طے کر لیا کہ محمد بن عبداللہ کو خلیفہ بنایا جائے اسی مقصد کیلئے ایک جلسہ تشکیل دیا گیا۔ امام جعفر صادقؑ سے بھی اصرار کیا گیا آپ ضرور تشریف لائیں حضرت نے قبول فرمالیا۔ جلسہ کی تشکیل کے بعد محمد نے امام ششمؑ سے کہا کہ آپ میری بیعت کریں۔ اسوقت امام نے فرمایا : خلافت نہ ملے گی نہ تمہارے دونوں لڑکوں محمد و ابراہیم کو ملے گی آپ نے سفاح کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شخص خلیفہ ہوگا اسکے بعد یہ ہوگا۔ منصور کی طرف اشارہ فرمایا" پھر عباس کے فرزندوں کو ملے گی اور عالم یہ ہو جائیگا کہ بچے بھی خلافت کرنے لگیں گے اور عورتوں سے مشورہ لیا جانے لگے گا۔ اور تمہارے

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۵۳ [2] اثبات الہداۃ ج ۵ ص ۱۲۷

www.kitabmart.in

بیٹے محمد و ابراہیم بھی قتل کر دئے جائیں گے۔ [1]

امام محمد باقرؑ نے اپنے بھائی "زید بن علیؑ" سے فرمایا:

جو لوگ ایمان نہیں رکھتے کہیں تم جلدی نہ کرو۔ کیونکہ وہ لوگ تم سے عذاب خدا کو دور نہیں کر سکتے۔ جلدی نہ کرو خدا بندوں کی جلد بازی کے ساتھ جلدی نہیں کرتا۔ وقت سے پہلے اقدام نہ کرو ورنہ مشکلات و بلائیں تم کو کمزور کر دیں گی اور تم کو شکست ہو جائیگی اے بھائی میں تم کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں کہ تم وہی کوفہ کے محمد کناسہ میں سولی پر چڑھائے جانے والے (زید) ہو۔ [2]

شیخ خرعاملیؒ لکھتے ہیں: اس حدیث میں امامؑ نے جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور جنکی خبر دی ہے وہ تواتر کی حد تک پہونچ گئی ہیں۔

حسین بشار کہتے ہیں: امام رضاؑ نے فرمایا:

عبداللہ (یعنی مامون) محمد (یعنی امین) کو قتل کر دیگا۔ میں نے پوچھا ہارون رشید کا بیٹا محمد؟ فرمایا: ہاں! عبداللہ (مامون) جو خراسان میں ہے وہ محمد (امین) جو زبیدہ کا بیٹا ہے اسکو بغداد میں قتل کر دیگا۔ [3]

حذیفہ کہتے ہیں میں نے امام حسینؑ کو فرماتے ہوئے سنا:

خدا کی قسم بنی امیہ میرے خون بہانے پر تل جائیں گے اور عمر بن سعد اس فوج کا سردار ہوگا (امام حسینؑ نے رسول اسلام کی زندگی میں یہ بات فرمائی تھی) میں نے پوچھا: فرزند رسولؐ کیا آپکے نانا نے یہ بتایا ہے؟ فرمایا نہیں تب میں رسولؐ خدا کے پاس گیا اور امام حسینؑ کی گفتگو

---

[1] مقاتل الطالبین اصفہانی ص ۱۷۲ — [2] اثبات الہداۃ ج ۵ ص ۲۳۱

[3] مقاتل الطالبین ص ۲۹۸

www.kitabmart.in

دہرائی! تو نبیؑ نے فرمایا: میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم ہے۔ [1]

امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے ابوہاشم نامی شخص کہتا ہے:

میں نے امام حسن عسکریؑ کو ایک خط لکھا اسمیں اپنے رنج و غم و گرفتاری وغیرہ کا ذکر کیا امامؑ نے جواب میں لکھا: آج تم نماز ظہر اپنے گھر میں پڑھو گے! اور واقعی میں ظہر وقت آزاد ہو گیا اور نماز ظہر اپنے گھر میں آکر پڑھی۔ [2]

خیران بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں امام ہادیؑ سے ملاقات کرنے مدینہ گیا حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا واثق کے بارے میں کیا خبر رکھتے ہو؟ عرض کیا میں نے دس دن پہلے اس سے ملاقات کی تھی بالکل صحیح و سالم تھا!

فرمایا: اہل مدینہ کہتے ہیں وہ مر گیا۔ پھر حضرت نے مجھ سے پوچھا: جعفر کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو؟ عرض کیا: وہ قید میں تھا اور اسکے حالات بڑے دردناک تھے فرمایا: وہ حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسکے بعد حضرت نے ابن الزیات کے بارے میں پوچھا وہ کیا کر رہا ہے؟ میں نے عرض کیا لوگوں کا اسکے ارد گرد جمگھٹا تھا وہ امور کا حل و فصل کر رہا تھا۔ فرمایا: وہ بھی خوش آئند نہیں تھا۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہکر فرمایا: مقدرات الٰہی کو پورا ہونا ہے۔ واثق مر گیا جعفر خلیفہ ہو گیا، ابن زیات کو قتل کر دیا میں نے پوچھا یہ کب ہوا؟ فرمایا: تمہارے نکلنے کے چھ دن کے بعد یہ واقعات رونما ہوئے۔ [3]

سوید بن غفلہ کا بیان ہے:

---

[1] اثبات الہداۃ ج ۵ ص ۲۷ [2] اثبات الہداۃ ج ۶ ص ۲۸۶ [3] اثبات الہداۃ ج ۶ ص ۲۳۳

www.kitabmart.in

ایک دن حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ منبر کے نیچے سے ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا: اے امیر المومنین وادی القریٰ سے گزرتے ہوئے میں نے سنا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا خدا سے اسکی بخشش کیلئے دعا کیجئے: حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم وہ زندہ ہے اور اسوقت تک زندہ رہے گا جبتک ایک ایسے گمراہ لشکر کی رہبری نہ کرے جس لشکر کا سردار حبیب بن حمار ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہو کر بولا میں حبیب بن حمار ہوں میرے بارے میں آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں جبکہ میں آپکا شیعہ ہوں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: تم حبیب بن حمار ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا: خدا کی قسم تو اس گمراہ لشکر کا علمبردار ہوگا اور باب الفیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس دروازے سے داخل ہوگا۔

ثابت ثمالی کہتے ہیں: خدا کی قسم مجھے یاد ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کو ایک بہت بڑی فوج کا سردار بنا کر امام حسینؑ سے جنگ کیلئے بھیجا اور خالد بن عرفطہ اس فوج کا فرماندہ تھا۔ اور حبیب بن حمار علمبردار تھا اور لشکر باب الفیل سے مسجد کوفہ میں داخل ہوا۔ [1]

منجملہ اور پیشینگوئیوں کے حضرت علیؑ نے رشید ہجری کا واقعہ بھی بیان کر دیا تھا:

جب رشید کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو زیاد نے پوچھا: علیؑ نے کیا بتایا ہے کہ تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کرونگا؟ رشید نے کہا: میرے مولا نے فرمایا ہے تو میرے ہاتھ پاؤں کاٹے گا اسکے بعد سولی پر چڑھائے گا۔ ابن زیاد بولا: خدا کی قسم علیؑ نے جو کہا ہے میں اسکے برخلاف عمل کرونگا۔ تاکہ ثابت ہو جائے

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۶

www.kitabmart.in

کہ وہ غلط بیانی سے کام لیتے تھے۔ یہ کہکر حکم دیا کہ رشید کو آزاد کر دیا جائے لیکن جب رشید مجلس سے باہر جانے لگے تو ابن زیاد نے کہا انکو واپس لاؤ کیونکہ اس سے زیادہ سخت سزا میرے علم میں نہیں ہے۔ اسکے بعد بولا: رشید کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو اور دار پر چڑھا دو۔ آخر کار ابن زیاد کے احکام پر عمل کیا گیا لیکن رشید کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی اور زبان کے خنجر سے اس کو اذیت پہونچاتے رہے آخر کار ابن زیاد نے حکم دیا: رشید کی زبان بھی کاٹ لو۔ رشید نے پھر کہا میرے مولاؑ نے اسکی بھی خبر دی تھی کہ اے رشید تمھاری زبان بھی کاٹی جائیگی مختصر یہ کہ رشید کی بان کاٹ کر انکو دار پر چڑھا دیا گیا۔ [1]

یہ وہ مختصر واقعات ہیں جنکو بطور نمونہ ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ و حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات ان راویوں کے حوالے سے لکھے گئے ہیں جو ایک زمانہ میں اور ایک جگہ نہیں تھے۔ اور یہ چیزیں ہر منصف مزاج محقق کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ تسلیم کرلے کہ آئمہ معصومینؑ جہان غیب سے ارتباط رکھتے تھے۔ اور ان حضرات کے لئے یہ بات ممکن تھی کہ جب بھی چاہتے مرضیٔ الٰہی کی موافقت کے ساتھ مخفی امور کی پیشینگوئی کر سکتے تھے۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۹۳

www.kitabmart.in

امام کے انتخاب کا طریقہ

طلوع اسلام ہی سے جو مسائل مسلمانوں میں محل بحث رہے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ طریقہ انتخاب امام بھی ہے جس نے مسلمانوں کو دو بڑے فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ سنی ۔ شیعہ

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو منصوص من اللہ ہونا چاہیے یعنی امام کے معین کرنے کا حق صرف اور صرف خدا کو ہے۔ اسلئے لوگوں کو اس میں مداخلت کرنیکا حق نہیں ہے۔ یہ خدا کی ذمہ داری ہے کہ اپنے رسول کے ذریعہ امام کا تعین کر کے اعلان کر دے۔

اصل امامت کے بارے میں شیعوں کی اتنی رقت اور انکا یہ عقیدہ کہ ہر زمانہ میں امام اور دینی پیشوا کا تقرر خدا اور اسکے رسول کے ذریعہ ہی ہونا چاہیے اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ لوگ مقام انسان کی رعایت اور حقوق انسانی کی عظمت کے قائل ہیں۔

جسطرح نبوت کیلئے کچھ شرائط ہیں بالکل اسی طرح امامت کیلئے بھی شرائط ہیں جنکو رسول کے بعد نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لوگ امام کیلئے عالم، عادل، معصوم ہونیکو شرط جانتے ہیں کیونکہ معارف دین کی قطعی اور کامل معرفت، احکام و قوانین الٰہی کی تبلیغ، معاشرے کے اندر انکا صحیح نفاذ، احکام کی حفاظت اسوقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک امام کے اندر تمام وہ شرائط نہ ہوں جو نبی کیلئے ضروری ہیں

www.kitabmart.in

جو خدا ضمائر و سرائر پر مطلع ہے امام کے اندر تقویٰ، ثقافت دینی، قوت باطنی کا عالم ہے۔ وہی اس بات کو بھی جانتا ہے کہ معارف الٰہی کس کے سپرد ہونا چاہیئے۔ کون ہے جو ایک سکنڈ کے لئے بھی دعوت حق اور اصول عدالت سے غفلت نہیں کریگا۔ اور کون ہے جو ہر طرح دین خدا کے حدود کی حفاظت کر سکتا ہے۔

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ امام و رہبر کے بارے میں لوگوں کو مداخلت کا حق نہیں ہے اسکا سبب یہ ہے کہ لوگ کسی کی پاکیزگی، تقوائے باطنی، اسلامی اقدار، قرآن کے بارے میں معلومات کے بارے میں کافی اطلاعات نہیں رکھتے اور نہ ملکوتی طاقت (عصمت) کا ادراک کر سکتے ہیں اس لئے انکو حق نہیں ہے۔

اسی بنا پر ہم ضروری جانتے ہیں کہ امام کا تقرر یا تو پیغمبرؐ کیطرف سے ہو یا پھر اسکی معرفی امام وقت کرائے۔ اسی طرح اگر مدعی امامت خود ارتباط بہ غیب کا اثبات کر سکے اور معجزے وغیرہ کے ذریعہ سے اپنی عصمت و رہبری کی نشاندہی کر سکے تب بھی اس کی امامت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

یہی وہ طریقے ہیں جنکے ذریعہ مذہب شیعہ امام کی شناخت کا قائل ہے اسلئے اگر کوئی ان طریقوں پر عمل کر کے اپنے امام زمانہ کو پہچاننا چاہے تو پہچان سکتا ہے۔

●

اسی طرح سنیوں کے یہاں اسکے بالکل ہی برخلاف طریقہ موجود ہے ان لوگوں نے ابتدا ہی سے شوریٰ والی روش اپنائی چاہی جو ایک صحیح انداز فکر نہیں ہے اور اسی وجہ سے برادران اہلسنت اور انکے طرفدار جانشین رسولؐ کے معاملہ میں "ٹامک ٹوئیاں مارتے" رہے ہیں۔ خلافت کے مسئلے میں وہ حضرات درج ذیل چند طریقوں میں سے کسی ایک کو اپناتے ہیں۔

www.kitabmart.in

۱۔ اجماع . . . وہ کہتے ہیں خلافت اسلامی کا مسئلہ امت اسلامی کے انتخاب کے محور پر گھومتا ہے۔ اس سلسلے میں صرف لوگوں کا انتخاب ہی حجت ہے۔ اگر امت کسی بھی شخص کو زعامت و امامت کیلئے منتخب کرلے تو اسکی رہبریت ثابت ہوجاتی ہے اور اسکی اطاعت واجب ہوجاتی ہے۔

اس سلسلے میں وہ حضرات وفات رسولؐ کے بعد سیرت اصحاب کو اپنے دعویٰ کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ چونکہ اصحاب رسولؐ نے تعین خلیفہ کیلئے ایک کمیٹی بنالی تھی اور سقیفہ میں موجود لوگوں میں اکثریت نے ابوبکر کو اسکا اہل سمجھا تھا انکی بیعت کرلی تھی لہٰذا ابوبکر کی خلافت ثابت ہے پس ابوبکر کے سلسلہ میں اصحاب رسولؐ کا اجماع متحقق ہوگیا اور کسی طرف سے اعتراض بھی نہیں اٹھا لہٰذا اجماع حجت ہے اور اثبات خلافت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اجماع ہے۔

۲۔ شوریٰ . . . خلیفہ کے انتخاب کا دوسرا طریقہ باہم مشورہ اور تبادلۂ خیال کے ذریعہ کسی کو خلیفہ نامزد کرنا ہے۔ یعنی جب مسلمانوں کی عظیم شخصیتیں مل بیٹھ کر مشورہ کر کے کسی کو زعامت مسلمین کیلئے چن لیں اور رہبری کیلئے معین کردیں تو پھر امت کا فریضہ ہے کہ اسکی خلافت کو تسلیم کرے اور اسکی اطاعت کرے۔

اس طریقہ کے موجد حضرت عمر ہیں جنھوں نے صدر اسلام میں اسکو اسطرح ترتیب دیا تھا کہ اپنے مرنے کے بعد کیلئے زندگی ہی میں حکم دیدیا تھا کہ میں چھ آدمیوں کو خلافت کا کنڈیڈیٹ معین کر رہا ہوں کہ یہ لوگ آپس میں ملے کر کے انمیں سے کسی ایک کو خلیفہ معین منتخب کرلیں اور اپنے آدمیوں کو معین کردیا تھا کہ چھ دن کے اندر یہ لوگ جلسے اور کمیٹی کر کے ان ہی چھ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اب اگر کسی کیلئے پانچ یا چار آدمی ووٹ دیدیں اور باقی مخالفت کریں تو انکو قتل کردو۔ لہٰذا ان لوگوں نے

www.kitabmart.in

خلیفہ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور بحث و تمحیص و تبادلۂ نظر کے بعد عثمان کو خلیفہ چن لیا۔ لہٰذا خلیفہ کے انتخاب کا ایک طریقہ یہ بھی ہوا۔

۳۔ جانشینی ۔ ۔ یعنی خلیفہ اپنے بعد کیلئے کسی کو جانشین رسولؐ نامزد کر دے۔ یعنی جس فرد کی اصلاحیت و استعداد اس پر ثابت ہو جائے اسکو اپنا قائم مقام بنا دے۔ اور صدر اسلام میں یہ طریقہ بھی آزمایا گیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا جانشین معین کر دیا اور مسلمانوں کی طرف سے کسی بھی قسم کا اعتراض نہیں کیا گیا۔ اسلئے یہ طریقہ بھی درست ہے۔

جانشین رسولؐ کیلئے اہل سنت کا یہ نظریہ ہے۔

●

یہاں سے میں ان دلائل کی تردید کرنا چاہتا ہوں جن سے اہلسنت نے استدلال کیا ہے چنانچہ سب سے پہلا استدلال اجماع ہے۔ تو سنئے امام کا معصوم ہونا اور دین خدا کے تمام کلی و جزئی مسائل پر محیط ہونا اور روشن فکر و ادراک عمیق کا مالک ہونا ضروری ہے۔ اور اس پر قرآنی آیات، احادیث رسولؐ، تاریخی تجربات شاہد ہیں۔ اسلامی تاریخ میں جو ظلم و تعدی، خطا و خلل پایا جاتا ہے اسکی واحد علت قائد کے خصائص امامت کا لحاظ نہ کرنا ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ امام کا تعین خدا کے علاوہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ ایک فرد پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہو جاتا ہے کہ اسی کو جانشین بنایا جائے تو کیا اس سے غلطی نہیں ہوگی؟ اور کیا لوگوں کے اجماع سے اس عمل کی حجیت ثابت ہو جائے گی؟

اور ابوبکر کی بیعت تو چند مٹھی بھر لوگوں نے کی تھی تو اس سے اجماع کہاں ثابت ہوا؟ اگر بفرض محال اجماع کو حجت مان بھی لیا جائے ۔ اور اس واقعہ سے

www.kitabmart.in

چشم پوشی ممکن نہیں ہے کیونکہ ابوبکر کیلئے اجماع حقیقی بہرحال نہیں ہوا کیونکہ پہلی بات تو یہی ہے کہ سارے مسلمان اس وقت مدینہ میں تھے ہی نہیں تو سب بیعت کیسے کر لیتے؟ اور پھر سقیفہ میں مدینہ ہی کے تمام مسلمان نہیں جمع ہو پائے تھے۔ اس کے علاوہ اہلبیتؑ رسولؐ، بہت سے صحابہ، خود سقیفہ میں موجود بعض عظیم صحابی ان تمام حضرات نے ابوبکر کی بیعت ہی نہیں کی تھی۔

بلکہ حضرت علیؑ، مقداد، سلمان، زبیر، عمار یاسر، عبداللہ بن مسعود، سعد بن عبادہ عباس ابن مطلب، اسامہ بن زید، ابی بن کعب، عثمان بن حنیف، اور دیگر بڑے بڑے صحابہ نے نہ صرف یہ کہ بیعت نہیں کی بلکہ اس انتخاب پر اعتراضات کی بوچھار کر دی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کھلم کھلا مخالفت کا اظہار کیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھلا اجماع کیسے ہو گیا؟ ــــ یعنی اولاً تو اجماع کی حجیت ثابت نہیں ہے اور ثانیاً حجیت مان بھی لی جائے تو ابوبکر کے لئے اجماع ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی خلافت بہرحال باطل ہے۔ مترجم ــــ

آپکا یہ کہنا کہ انتخاب جانشین کے سلسلہ میں تمام لوگوں کی شرکت ضروری نہیں ہے بلکہ اگر اہل حل وعقد واطلاع جو شوریٰ میں محور اساسی ہوا کرتے ہیں وہی اسکو طے کر لیں تو انکے اقدام کو صحیح مانا جائیگا۔ اور انکی تصمیم کو بے چون وچرا قبول کر لیا جائیگا۔

تو میں عرض کرتا ہوں کہ آخر وہ کون سی دلیل ہے جسکی بنا پر انکی تصمیم دوسروں کیلئے واجب العمل ہو جائے اور تمام وہ افراد جو معتبر ہیں صاحبان فکر ونظر ہیں، آگاہی، شناخت، تعہد وپاکی کے اعتبار سے قابل قبول ہیں اور امت اسلامی کی سرنوشت میں نقش اساسی رکھتے ہیں کیوں خارج ہیں؟ اور یہ لوگ بے چون وچرا ایک گروہ کی بات کو کیوں تسلیم کر لیں؟

www.kitabmart.in

اور آپکا یہ اصرار کرنا کہ چونکہ ابوبکر کی خلافت اسی طرح واقع ہوئی ہے لہٰذا اسی کو حجت مانا جائے۔ تو صدر اول میں صحابہ سے کسی فعل کا واقع ہونا اسکی مشروعیت پر مطلقاً دلیل تو نہیں ہے۔ اور ہم اسی لئے آپ سے سوال کرتے ہیں اسلام میں اس طریقہ کی حجیت پر کیا دلیل ہے؟ کیا صدر اول میں صحابہ کی ایک جماعت سے کسی عمل کا بغیر کسی دلیل کے سرزد ہو جانا دوسروں کے لئے دلیل ہے؟

یہ دلیل اسوقت قابل قبول ہوتی اگر اسکی مشروعیت کی تصریح قرآن یا حدیث میں ہوتی جیسا کہ قرآن نے رسول کے بارے میں تصریح کر دی ہے: مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (پ ۲۸ ع ۳ سورہ حشر آیت ۷) رسول جو کہیں اسکو مان لو اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ۔

لیکن اصحاب کیلئے اس قسم کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے خصوصاً جب کہ اصحاب کے نظریات آپس میں ایک دوسرے کے مخالف بھی ہوں۔ ایسی صورت میں کس دلیل کی بنا پر ایک گروہ کے قول سے دوسرے کے قول پر کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے؟

میں یہ مانتا ہوں کہ آخر میں مدینہ کی اکثریت ابوبکر کے ساتھ ہو گئی اور ابوبکر کی تائید بھی ہو گئی لیکن اصحاب کے جس گروہ نے بیعت سے انکار کیا تھا انھوں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا تھا کیونکہ انتخاب کی آزادی تو ہر مسلمان کا فطری حق ہے اور اقلیت اس پر مجبور نہیں ہے کہ اکثریت میں ضم ہو جائے اور کسی کو کسی ایسے شخص کی بیعت پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا جو اسکی طرف میلان نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ بیعت تو ایک قرارداد کی شئی ہے ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اس قرارداد کو تسلیم نہ کرے۔

جب اکثریت کو یہ حق نہیں ہے کہ اقلیت کو اپنے ساتھ ملنے پر مجبور کرے تو اگر

www.kitabmart.in

ایسا اقدام کیا جائے تو اقلیت کے حق پر ظلم کیا گیا ہے۔ جو لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ تھے انکو اکثریت کے ساتھ مل جانے پر مجبور کرنا انکی حق آزادی پر کھلم کھلا ظلم ہے جبکہ خدا و رسولؐ کیطرف سے اس قسم کی بیعت کیلئے کوئی حکم نہ آیا ہو۔ اور ان لوگوں کو حق تھا کہ اسمیں شرکت نہ کریں ــــ

اس ستمگارانہ تربیت یہ تھی کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کو بھی بیعت پر مجبور کیا جائے اور انکو اپنا موقف بدلنے کیلئے کہا جائے۔ بھلا جو شخص ہر مومن و مومنہ کا مولا ہو اسکو کسی کی بیعت پر مجبور کرنا ظلم نہیں تو پھر کیا ہے؟ کوئی بھی انصاف پسند شخص نہ اسکو جائز سمجھے گا نہ صحیح۔ اس بنا پر مستقبل کی امت اور اسلامی معاشرہ اگر گذشتہ حضرات کی خلافت کے سلسلے میں منفی رویہ اختیار کرے تو اسکو گنہگار نہیں کہا جاسکتا ــــ چہ جائیکہ انکو دین سے خارج ہونے کا فتویٰ دے دیا جائے۔ مترجم ــــ

حضرت علیؑ کے دور خلافت میں سعد ابن ابی وقاص اور عبداللہ ابن عمر جیسے افراد نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی تھی مگر امامؑ نے انکو اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا بلکہ انکو آزاد رکھا۔

جب خلافت کا تحقق دستور پیغمبر کے مطابق نہ ہو تو کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو بھی لوگوں کے منتخب کردہ خلیفہ کی پیروی پر مجبور کرے۔ کیونکہ وہ خلیفہ انتخاب سے پہلے کی طرح جیسے غلطی و خطا کرتا تھا انتخاب کے بعد بھی کرے گا کیونکہ اسکا انتخاب کرلینا اسکو معصوم تو نہیں بنا دیگا۔ انتخاب سے اسکے علم، آگاہی، معارف دینی میں سے کسی چیز کا اضافہ نہیں ہو جائیگا۔ اور جس شخص کی سطح علمی خلیفہ سے زیادہ ہے جس طرح وہ خلیفہ کی غلطیوں کی پیروی نہیں کرسکتا اسی طرح مومن غیر مجتہد کو بھی یہ حق ہے کہ خلیفہ کی غلطیوں کی پیروی نہ کرے بلکہ خلیفہ کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کی

www.kitabmart.in

بیعت فرمان رسولؐ کے مطابق ہو تو گویا وہ بمنزلہ بیعت رسولؐ ہے نہ اسکی مخالفت جائز ہے اور نہ اسکے علاوہ کسی دوسرے کی پیروی جائز ہے بلکہ اس زمانہ کے اور آئندہ زمانہ کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسکی اطاعت کریں۔ قرآن نے رسولؐ کی بیعت کو خدا کی بیعت کہا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (پ ۲۶، الفتح، آیت ۱۰) بیشک جو لوگ (اے رسولؐ) آپکی بیعت کرتے ہیں وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں انکے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پس جو بیعت کو توڑ دیگا اس نے اپنی ہلاکت پر اقدام کیا ہے اور جو خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان پر باقی رہیں گے خدا انکو عنقریب اجر عظیم دیگا۔

اور چونکہ جانشین رسولؐ بھی تمام صفات پیغمبر کا حامل ہے سوائے نبوت کے! اور سب سے زیادہ احکام قرآن اور دین خدا کے دستور کا جاننے والا ہے اس لئے اسکی بیعت بھی بمنزلہ بیعت رسولؐ ہے۔

لا تجتمع امتی علی خطاء والی حدیث کا سہارا لینے کے بعد بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی رسولؐ کی اس سلسلہ میں (یعنی خلافت کے بارے میں) نص موجود نہ ہو ورنہ اجماع امت اور قول رسولؐ میں تضاد پیدا ہو جائیگا کیونکہ نص رسولؐ کے ہوتے ہوئے اگر اجماع پر عمل کیا جائے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ اوامر رسولؐ سے اعراض کرنے لگیں گے اور اپنی تشخیص و انتخاب کو رسولؐ کی تشخیص و انتخاب پر مقدم کرنے لگیں گے۔ لہٰذا اجماع کو اگر حجت مان بھی لیا جائے تو یہ صرف ان مقامات میں حجت ہوگا جہاں نص رسولؐ نہ ہو۔

اسکے علاوہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو "میری امت خطا پر اجماع نہیں کریگی"

www.kitabmart.in

کا مطلب یہ ہے کہ جہاں پُرسکون فضا ہو اور امت کو آپس میں رائے و مشورہ کا حق دیا گیا ہو۔ وہاں پر تبادلہ خیال کے بعد اگر پوری امت کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتی ہے تو اسکو حجت مانا جائیگا لیکن جہاں امت کے کچھ لوگ ایک مخصوص نظریہ پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہیں اور افراتفری کا عالم ہو اس جگہ پر یہ حدیث حجت نہیں ہے۔

سقیفہ میں اگر مان لیا جائے کہ خدا اور رسولؐ نے صلاح و مشورہ کا حکم دیا تھا تب بھی تو مسئلہ مشورہ سے حل نہیں ہوا بلکہ چند مخصوص لوگوں نے اسکی بنیاد ڈالی تھی اور جبراً لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی تھی اور ہنگامہ میں ایک شخص کو خلیفہ بنالیا۔ اسی لئے حضرت عمر کہا کرتے تھے ابوبکر کی بیعت اتفاقی طور سے تھی اسمیں رائے و مشورہ کو کوئی دخل نہیں تھا۔ اب اگر کوئی دوبارہ ایسا اقدام کرنا چاہے تو اسکو قتل کر دو۔ [1]

خلیفہ اول نے بھی ابتدائے خلافت میں کہا: میری بیعت ایک لغزش تھی خدا اسکے شر سے لوگوں کو بچائے میں بھی اسکے فتنہ سے ڈر گیا۔ [2]

●

رسولِ اسلام اپنی حوادث بھری زندگی میں امت کے مسائل میں اور مصالح مسلمین کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور آپکی پوری توجہ بقائے دین اور نظام مسلمین کی طرف تھی۔ امت کے آپس اختلاف و تفرقہ سے ہمیشہ پریشان رہتے تھے۔ مسلمان جس جگہ فاتح ہو کر پہونچتے تھے اور جس زمین پر بھی انکا تصرف ہوتا تھا پیغمبرؐ سب سے پہلے وہاں حاکم کا تقرر کرتے تھے۔ ہر جنگ میں سردار کو پہلے سے معین فرما دیتے

---

[1] ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰۸، طبری، ابن کثیر اور کامل نے بھی سقیفہ کے سلسلہ میں اسکا ذکر کیا ہے۔

[2] شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲

www.kitabmart.in

تھے بلکہ کبھی تو امیر کے بعد امیر کا تقرر کر دیتے تھے کہ اگر فلاں سردار مارا جائے تو اسکی جگہ فلاں ہوگا اور اگر وہ بھی مارا جائے تو فلاں شخص علمبردار ہوگا۔

اور جب بھی خود مدینہ سے باہر جانیکا قصد کرتے تھے تو امور مدینہ کے ادارے کیلئے ایک حاکم معین کر جاتے تھے۔ ان حالات میں کیسے یہ سوچا جاسکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے بعد کے مسلمانوں کے لئے کوئی فکر نہ کی ہوگی۔ اور تازہ بتازہ اسلامی معاشرے کو بغیر کسی سرپرست کے چھوڑ گئے ہونگے۔ اور اتنا اہم معاملہ جس پر دنیا و آخرت کی سعادت موقوف ہو اسکو مہمل چھوڑ گئے ہونگے؟

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا ایک رسول کو مخلوق کی ہدایت اور نئے مذہب کی بنیان گزاری کیلئے بھیجے اور وہ رسولؐ تمام تر پریشانیوں، رنج و مصیبت برداشت کر کے احکام الٰہی لوگوں تک پہونچائے۔ پھر سب کو یوں ہی چھوڑ کر چلدے اور اپنے بعد کیلئے کوئی انتظام نہ کر جائے؟ کون سی منطق اور کون سی عقل اسکو تسلیم کریگی؟ دنیا میں کوئی ایسا ذمہ دار ملے گا جو اتنی زحمتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرنے کے بعد اپنی امت کو حوادث روزگار کے رحم و کرم پر چھوڑ دے؟

رسالت پیغمبر کے ہاتھ میں ایک امانت ہے اور رسولؐ کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس مقدس امانت میں سہل انگاری سے کام لے اور اسکو حوادث کے سپرد کر کے چلا جائے۔

اگر دین ایک انسان ساز مکتب ہے اور اسکے احکام و قوانین انسان کی ترقی کے ذمہ دار ہیں تو پھر اس دین کے مدیر میں مخصوص شرائط کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ کاروان بشریت کی مادی و معنوی، انفرادی و اجتماعی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ اور انسانوں کی رشد و ترقی کو ممکن بنا سکے۔ کیونکہ یہ بات سب ہی تو تسلیم ہے کہ خدائی دستور کی حفاظت

www.kitabmart.in

اور احکام الٰہی کی تبلیغ حکومت و قدرت کے بغیر ممکن ہے اور اسی طرح ایک ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جسمیں تمام شرائط و صفات موجود ہوں تاکہ وہ کاروان بشریت کو سعادت دارین کے راستے کی ہدایت کر سکے اور وسوسہائے نفسانی و شیطانی سے معاشرے کو محفوظ بھی رکھ سکے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو دین کا شیرین و خوشگوار چشمہ شخصی نظریات و من گڑت خرافات سے کثیف و میلا ہو جائیگا اور امانت الٰہی و وحی آسمانی درجہ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو جائیگا۔

اگر رسولؐ اسلام نے جانشینی کے مسئلے کو امت کے حوالے کیا ہوتا تو اس اہم بات کی تشہیر کرتے اور لوگوں کو بتاتے اور خلیفہ منتخب کرنے کے طریقے بتاتے۔ اور تمام مسلمان اس سے مطلع ہو جاتے اور بعد میں کوئی اختلاف بھی نہ ہوتا۔

کیا رسولؐ کے بعد امور امت کا تعلق خدا و رسولؐ سے ختم ہو جاتا ہے؟ یا لوگوں کی صلاحیت انتخاب کے معاملہ میں خدا و رسولؐ سے زیادہ ہوتی ہے؟ یا امت امام و قائد کی صلاحیت کو خدا و رسولؐ سے بہتر سمجھتی ہے؟

اگر رسولؐ خدا نے خلیفہ معین نہیں کیا تھا تو ابوبکر نے کیوں خلیفہ معین کیا؟ اور رسولؐ کی پیروی کیوں نہ کی؟ اور اگر رسولؐ خدا نے خلیفہ معین کر دیا تھا تو لوگوں نے اسکو دودھ کی مکھی کیطرح کیوں الگ کر دیا؟

اسمیں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ امام کو ایمان کامل، دیانت تامہ، وسیع علم، اور دین خدا کے قوانین کی معرفت تامہ سے متصف ہونا چاہیئے ورنہ جب اختلافی مسائل درپیش ہونگے اور مشکل معانی قرآن امت کیلئے مبہم ہونگے تو مسلمان کیا کریں گے؟ اور کس کی بات کو بعنوان قطعی قبول کرینگے؟ اور یہیں سے رسولؐ خدا کی علمی جانشینی کا بھی مسئلہ اٹھتا ہے۔ اور اسکی شدید ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

www.kitabmart.in

یہ بات ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ امام اور رسول میں عصمت کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ عرض کرتے ہیں کہ جب اصحاب عصمت سے بعید ہیں تو وہ معصوم کی شناخت کیسے کر ہیں تاکہ اس کو خلافت کیلئے منتخب کریں۔ اور اگر جانشین رسول کا انتخاب مسلمانوں کے ہے تو حضرت عمر نے اس حق کو چھ آدمیوں میں کیونکر منحصر کر دیا اور باقی مسلمانوں کو اس سے اس حق سے محروم کر دیا؟ اور یہ چھ افراد جو سب کے سب مہاجرین میں سے ہے "اور انہیں انصار کا ایک بھی نمائندہ نہیں تھا بعنوان مشیر بھی نہیں تھا" یہ لوگ کس کے سہارے مسلمانوں کی سرنوشت میں مداخلت کا حق رکھتے تھے؟ اور تمام مسلمانوں انھیں چھ افراد کو یہ حق کیوں دیا کہ یہ لوگ خلیفہ منتخب کریں؟ اور ان لوگوں کا انتخ مسلمانوں پر کیسے واجب العمل ہوگا؟

قرآن کی جس آیت میں مشورہ کا حکم ہے یعنی یہ آیت وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ آیت) "مسلمان اپنے امور باہمی مشورہ سے انجام دیا کریں" صرف اتنا ہے کہ مومنین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے امور باہمی مشورہ سے انجام دیا کرتے اس آیت میں نزدیک کا کیا دور کا بھی کوئی اشارہ اس بات کیلئے نہیں ہے کہ خلافت امامت کا مسئلہ اکثریت کی رائے پر موقوف ہے۔

آیت صرف مومنین کو ترغیب دے رہی ہے کہ آپس میں مشورہ کیا کریں یہ کہ اگر چند مٹھی بھر انسان کسی کو خلافت کیلئے منتخب کر لیں اور اکثریت رائے بھی حاصل جائے تب بھی آیت اس بات کو واجب نہیں بتا رہی ہے کہ یہ انتخاب تمام مسلمانوں لئے واجب ہو گیا۔ اسی طرح تمام مسلمانوں کے درمیان عام مشورہ کرنے سے بھی آیہ خاموش ہے۔

اسکے علاوہ اگر شوریٰ حجت بھی ہو اور لوگوں پر واجب ہو کہ مشورہ کریں

www.kitabmart.in

بات طے ہو جائے اس پر عمل کریں تو وہ والا شوریٰ ہو گا جس میں تمام مسلمان تبادلۂ خیال کرنے کے بعد ایک بات پر متفق ہو جائیں نہ یہ کہ چھ افراد کسی بات کو طے کر دیں تو وہ تمام مسلمانوں پر واجب ہو جائے۔ خود حضرت عمر نے ان چھ افراد کو لوگوں کے مشورے سے نہیں منتخب کیا بلکہ اپنی صوابدید پر جس کو چاہا معین کر دیا اور نہ خود ان چھ آدمیوں سے بھی کوئی صلاح و مشورہ کیا۔ اور سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ مشہور ترین شرو تمند عبدالرحمٰن بن عوف کو ویٹو پاور دیدیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جو اسلام کے کسی بھی حقوقِ اجتماعی کے میزان پر پوری نہیں اترتی اسکے علاوہ شوریٰ کی فضا خوف و ارہاب سے پُر تھی۔ اور نہ جانے کس اسلامی قانون کی بنا پر یہ حکم بھی صادر کر دیا گیا تھا کہ اگر یہ لوگ خلیفہ کے انتخاب پر متفق نہ ہوں تو سب کو قتل کر دیا جائے یا اگر ایک یا دو مخالف ہوں تو ان دونوں کو یا اس ایک کو قتل کر دیا جائے۔

اور یہی صورت اس سے پہلے ابوبکر کیلئے بھی ہے کہ انھوں نے عمر کو خلیفہ بنانے میں کسی سے بھی مشورہ نہیں کیا اور خلافت کے مسئلہ کو اپنے بعد امت مسلمہ پر نہیں چھوڑا بلکہ خود رائی کر کے عمر کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ یہ کس قانون اسلام کے مطابق ہے ابوبکر ہی بتا سکیں گے۔

اصولی طور سے مشورہ خلیفہ۔ یا امام کے مقرر ہونے کے بعد ہوتا ہے یا پھر امام کی طرف سے مجلس شوریٰ کی تشکیل کا حکم نافذ ہونے کے بعد ہوتا ہے جس میں روز مرہ اور بدل جانے والے مختلف اجتماعی مسائل کے بارے میں تبادلۂ آراء ہوا کرتا ہے اور پھر امام ان مسائل اور اجتماعی ضرورتوں کے پیش نظر اپنا نظریہ پیش کرتا ہے اور مجلسِ شوریٰ کے ممبران کا فریضہ ہوتا ہے کہ جو لوگ جن چیزوں کے ماہر ہوں ان سے مشورہ کریں۔ اور تمام آراء و نظریات کا استقرار کریں اسکے بعد امام آخری فیصلہ

www.kitabmart.in

صادر کرے کیونکہ وہ رسالت و شریعت کا سب سے زیادہ اعلم ہوتا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ عوام الناس میں امام و قائد محبوب ہوتا ہے۔ بہرحال مجلس شوریٰ کی دو تہائی کے بعد امام کی رائے کی پیروی ضروری ہوتی ہے تاکہ وحدت قیادت باقی رہے کیونکہ اگر اختلاف آراء کی صورت میں قائد کے فیصلہ کو قول فیصل نہیں مانا جاتا تو مرکزی حکومت ضعف و انحطاط کا شکار ہو جائیگی۔ جیسا کہ قرآن نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۔ (پ ۹ س الانفال آیت ۴۶) خدا اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔

سب سے بڑی دلیل اس بات کی کہ "سورۂ شوریٰ میں جو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام کی تعیین نہیں ہے" یہ ہے کہ سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوا اور اس وقت تک مکہ میں اسلامی حکومت کی تشکیل نہیں ہو پائی تھی بلکہ خود مدینہ میں بھی زمانِ پیغمبرؐ میں تشکیل حکومت شوریٰ کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی۔

اسلئے آیت میں جو مسلمانوں کو مشورہ کی ترغیب دی گئی ہے وہ حکومت و قیادت کے سلسلہ میں نہیں ہے بلکہ یہ لوگوں کے افعال سے متعلق ہے اور اسلامی معاشرے کے ان مختلف مسائل سے متعلق ہے جن سے اسلامی معاشرہ آئے دن دوچار ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا آیت کے ذریعہ یہ استدلال کرنا کہ خلیفہ کو آپسی مشورہ سے منتخب کرنا چاہیئے نہایت ہی بے محل بات ہے۔ کیونکہ حکومت و ولایت نزول قرآن کے زمانہ میں رسولخدا کے ہاتھ میں تھی اور وہ شوریٰ کی بنیاد پر نہیں تھی اور نہ رسولؐ کو مشورہ کی ضرورت تھی۔

اسکے علاوہ مشورہ والی آیت کے بعد راہ خدا میں انفاق کا ذکر ہے اور یہ

www.kitabmart.in

دونوں جملے رجحان فعل پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ وجوب مشورہ و وجوب اتفاق پر۔

ان تمام باتوں کے علاوہ شوریٰ والی آیت ایسی آیتوں کے ساتھ آئی ہے جن میں کچھ آیتیں تو رسولؐ کے غزوات سے متعلق ہیں۔ بعض میں صرف مجاہدین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بعض آیتوں کا روئے خطاب سرکار دو عالم کی طرف ہے اور انھیں کے ضمن میں مشورہ والی آیت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں مشورہ کا حکم از راہ رحمت و مہربانی ہے۔ کیونکہ رسولؐ اسلام قطعاً اس بات پر مامور نہیں تھے کہ جب مشورہ دینے والے مشورہ نہ دیں تو آپ کوئی اقدام ہی نہ کریں۔ بلکہ قرآن نے تو صریحی طور سے کہہ دیا ہے: فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (پ ۴ س ۳ آل عمران آیت ۱۵۹) جب آپ کسی بات کا عزم کریں تو خدا پر بھروسہ کر کے اپنی رائے پر عمل کیجئے۔

اسکے علاوہ اس آیت میں مشورہ کا تعلق جنگوں سے خصوصاً جنگ بدر سے ہے اور اسکے دفاعی و نظامی امور سے متعلق ہے۔ قصہ یہ تھا کہ رسولؐ خدا کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان قریش کے تجارتی قافلے کی قیادت کرتا ہوا شام سے واپس آرہا ہے تو پیغمبرؐ نے اپنے اصحاب سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا۔ سب سے پہلی رائے حضرت ابوبکر کی تھی جس کو رسولؐ خدا نے شدت سے ناپسند کیا پھر عمر نے اپنی رائے پیش کی آنحضرتؐ نے اسکو بھی رد کر دیا اسکے بعد مقداد نے اپنا نظریہ پیش کیا جسکو رسولؐ خدا نے پسند کیا اور قبول فرمایا۔ [1]

ظاہر سی بات ہے کہ رسولؐ کے مشورے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ تمام آراء میں سب سے اچھی رائے تلاش کر کے اسپر عمل کریں۔ بلکہ مشورے کا مقصد مسلمانوں کی تربیت تھی۔ آنحضرتؐ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو مشورہ کا طریقہ دوسروں کی رائے معلوم کرنے کا انداز اور

---

[1] صحیح مسلم کتاب جہاد و سیر باب غزوہ بدر ج ۳ ص ۱۴۰۳

www.kitabmart.in

اسمیں سے صحیح رای کو لیکر اسپر عمل کرنیکا طریقہ بتانا مقصود تھا اور یہ مقصد تھا کہ مسلمانوں میں مشورہ کی سنت کو رائج کیا جائے۔ اور دنیا کے حکام و امرا جو حکومت و غرور کی وجہ سے عوام الناس سے مشورہ نہیں کیا کرتے انکے خلاف مسلمانوں کو تربیت دیں اور مسائل جاریہ میں لوگوں سے مشورہ کر کے عملاً اثبات کریں۔ اور انکی بھی اہمیت بڑھائیں اور انکے بھی نظریات سے اطلاع حاصل کریں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آخری فیصلہ آپ ہی کا تھا جیسا کہ جنگ بدر میں خدا نے پہلے ہی سے رسولؐ کو نتیجہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور رسولؐ نے بھی مشورہ کرنیکے بعد نتیجہ کار سے آگاہ کر دیا۔

ایک باریک نکتہ کی طرف توجہ فرمائیے۔ آپسی مشورہ اور تبادلۂ آراء کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ بہتر و مفید تر رای سامنے آجائے نہ یہ کہ مشورہ سے تکلیف معین کی جاتی ہے کیونکہ جب نص صریح سے تکلیف ثابت ہو تو بنیادی طور سے وہاں مشورہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسلئے اسلامی معاشرے کو یہ حق نہیں ہے کہ جو احکام وحی سے ثابت ہو چکے ہیں انمیں مشورہ کرے ورنہ اس سے شریعت کے بعض ثابت احکام کا الغاء لازم آئیگا (مثلاً شدید سردی میں مشورہ کیا جائے کہ ظہر کی نماز چار رکعت نہیں ہونی چاہیے) جیسے اگر تکلیف قانونی معلوم ہو تو وہاں تجدید مشورہ بے معنی چیز ہے۔ اور حضرت علیؑ کی خلافت خدا کے حکم سے ابتدائے رسالت ہی میں معین ہو چکی تھی۔ پھر غدیر میں یاد دہانی کرائی گئی اور پھر جب رسولؐ بستر مرگ پر تھے اسوقت بھی اسکا اعلان ہو گیا۔ تو پھر اب اس مسئلہ میں مشورہ کیسا؟

قرآن کا حکم ہے کہ جہاں پر حکم الٰہی سے لوگوں کا فریضہ معین کیا جا چکا ہو وہاں کسی کو نہ اظہار خیال کا حق ہے نہ اسکی مخالفت کا حق ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ

www.kitabmart.in

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (پ ۲۲ ع ۱۰ احزاب آیت ۳۶) جب خدا و رسول کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی مومن و مومنہ کو اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جس نے خدا و رسول کی مخالفت کی وہ کھلی گمراہی میں ہے۔ دوسری آیت میں ہے: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (پ ۲۰ ع ۱۰ قصص آیت ۶۸) خدا جس چیز کو چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے خدا کے مقابلے میں لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

بنا بریں جب انتخاب رہبر و امام کا حق صرف خدا کو ہے اور خدا نے بھی امام معین کر دیا تو پھر ادھر ادھر بھٹکنے کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔ اور جب لوگوں کے انتخاب میں غلطی کا امکان ہے تو پھر ایسے انتخاب کی کوئی قدر و قیمت بھی نہیں ہے اور قیمت ہو بھی تو خدا کے مقابلہ میں بے فائدہ ہے۔

اور چونکہ امام کا کام لوگوں کو ہدایت کرنا اور سعادت دارین تک انکی رہنمائی کرنا ہے۔ اسلئے امام کے تقرر کا وہی صحیح طریقہ ہے جو قرآن نے بتوں کے لئے بیان کیا ہے کیونکہ امام کی ضرورت پر جو دلیل قائم ہے وہ وہی دلیل ہے جو نبی و رسول کی ضرورت پر قائم ہے چنانچہ قرآن کا ارشاد ہے: اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى (پ ۳۰ ع ۱۰ واللیل آیت ۱۲، ۱۳) یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ مخلوق کو ہدایت کریں اور ملک دنیا و آخرت بھی ہمارے ہی لئے ہے۔

لہٰذا ہدایت خلق کی ذمہ داری خدا کی ہے اور وہی انسان کے سرائر و ضمائر سے واقف ہے اور انسان اپنے مراحل وجود میں باعتبار فطرت جن چیزوں کا محتاج ہے ان سے بھی خدا مطلع ہے اور ان ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہدایت بھی ہے جو خدا کیلئے مخصوص ہے اور خدائی نمائندہ وہی ہو سکتا ہے جسکو خدا یہ منصب عطا کرے۔ قرآنی

www.kitabmart.in

آیات بتاتی ہیں کہ خدا نے اپنے اس حق کو اپنے رسولؐ کو دیا ہے اور انکی رہبری کو بندگانِ خدا کیلئے امضا کر دیا ہے۔

اب رسولؐ کے جانشین کی بھی ضرورت صرف اسی لئے ہے کہ امت کا کوئی ایسا ہادی و مقتدا ہو جسکی اطاعت تمام لوگوں پر اسی طرح واجب ہو جسطرح رسولؐ کی اطاعت لازم ہے۔ اسلئے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کیطرف سے قطعی دلیل کے بغیر بندگان خدا کی رہبری کا دعویٰ کرے۔ اور لوگوں کو اپنی اطاعت پر وادار کرے۔ اب اگر کوئی شخص دلیل کافی کے بغیر اس منصب کا مدعی ہو تو کیا وہ خدا کے حق کا غاصب نہیں ہے۔

●

اور اہل سنت کا یہ نظریہ: حضرت ابوبکر کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے خلیفہ کو اپنے بعد کیلئے خلیفہ معین کرنیکا حق ہے ــــ محل اشکال ہے۔ کیونکہ اگر خلیفہ کا تقرر کسی معصوم کے ذریعہ ہو تب تو حجت ہے کیونکہ معصوم معصوم کو پہچانتا ہے۔ اور وہ امامت معصوم کے سپرد کر سکتا ہے اور لوگوں کو بتا سکتا ہے۔ لیکن غیر معصوم کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے لئے خلیفہ معین کرے۔ اور نہ لوگوں پر واجب ہے کہ اس مقرر شدہ شخص کی اطاعت کریں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابوبکر نے ایسا اقدام کیا لیکن مسلمانوں کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تو یہ جھوٹ ہے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ شدید اعتراضات کئے گئے یہ اور بات ہے کہ انکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

علمائے اہلسنت کے یہ وہ دلائل تھے جنکو وہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کی صحت کیلئے پیش کرتے تھے اور ہم نے انکا جواب دیدیا۔

www.kitabmart.in

افضلیت امام کا مسئلہ

من جملہ ان مسائل کے جو شیعہ و سنی میں ہمیشہ سے رہے ہیں افضلیت امام کا مسئلہ ہے۔ کہ اگر امت اسلامی میں ایک ایسا ممتاز شخص موجود ہو جو فضائل نفسانی، تقوائے دینی، علم و دانش میں کوئی اسکے برابر نہ ہو تو علمائے اہلسنت کی نظر میں اسکے ہوتے ہوئے بھی کسی معمولی شخص کو کرسی خلافت پر بٹھایا جا سکتا ہے اور وہ جانشین پیغمبر ہو سکتا ہے۔

یہ لوگ اپنے نظریہ کے ثبوت میں ابوبکر و عمر کی خلافت سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ رسولخدا کے انتقال کے بعد اسلامی معاشرے میں حضرت علیؑ جیسے شخص موجود تھے جو شائستگی اول کمال میں فضائل و اخلاق میں تمام مسلمانوں سے بہتر تھے لیکن ان کے ہوتے ہوئے بھی اصحاب نے ابوبکر کو خلافت کیلئے منتخب کیا۔

لیکن شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ امامت درحقیقت امتداد خط اصلی رسالت ہے اور نبوت کے فیض معنوی کا تتمہ ہے۔ اسلئے رحلت رسولؐ کے بعد جو شخص مبانی دین کی شناسائی اور مسائل حلال و حرام سے آگاہی، اور معاشرے کے ان جدید واقعات میں "جنکے لئے کوئی قرآنی نص یا حدیث نبوی نہ ہو" سب سے زیادہ اعلم و ذہین ہو وہی رسولؐ کا جانشین ہو سکتا ہے۔ کمالات و فضائل میں اسکی برتری دوسروں پر مسلم ہو اور کوئی شخص اسکے مرتبہ کا نہ ہو۔ تو خدا جس وقت ایسے مربی بشریت اور رہبر امت کا تقرر کریگا جو رسولؐ کے بعد احکام الٰہی کے بیان و توضیح پر مشکلات قرآن کی تفسیر پر قدرت رکھتا ہو، احکام میں مرجع ہو، حق کی حمایت کرنیوالا ہو، قرآنی معلومات لوگوں کو بتاتا ہو تو پھر ایسی ہی شخصیت کو مقرر

www.kitabmart.in

کریگا جو ممتاز ہو جسکے معنوی درجات، باطنی و علمی کمالات سب سے زیادہ ہوں جو جہاں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ دین الٰہی ہمیشہ اپنے اوج کمال پر باقی رہے۔ اور متوقع ثمرہ دے اسکی تعلیمات کے زیر سایہ امت سعادت دارین حاصل کر سکے اور ایسا انسان چونکہ ہستی کا دیدۂ باطن سے مشاہدہ کرتا ہے اسلئے نہ عقائد میں فساد کا امکان ہے اور نہ عمل میں کسی انحراف کا تصور ہے۔

اسلئے جو شخص معاصرین میں تمام انسانوں سے برجستہ ترین ہو، اعاظم زمانہ میں سب سے ممتاز ترین ہو وہی امام ہو سکتا ہے۔ ایک روایت میں امام رضاؑ امام کی خصوصیات کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں: امام گناہوں سے معصوم، ہر عیب سے دور، علم و دانش اور بردباری میں مشہور ہوتا ہے۔ اسکا وجود مسلمانوں کے لئے اور دین کیلئے سرمایہ عزت و افتخار ہے۔ منافقین کیلئے باعث خشم کافرین کیلئے سبب دار البوار ہے۔ امام اپنے زمانہ کا عنصر یگانہ ہوتا ہے کوئی شخص اسکی منزلت کو پہونچ نہیں سکتا اور کوئی دانشمند اسکے ہم پلہ نہیں ہو سکتا کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے بغیر تمام فضائل کا جامع ہوتا ہے اور تمام ارزشہائے والا سے آراستہ ہوتا ہے۔ اور یہی سب سے بڑا امتیاز ہے جو خدائے بخشندہ کی طرف سے اس کو عنایت کیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۰۰

تمام شد

۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء مطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ روز دوشنبہ صبح چھ بجکر بیس منٹ بمکان جناب اخلاق حسین صاحب مکان نمبر ۱۔ ۳۱ آر ایچ ۱ راولپنڈی پاکستان